ناولز کلب
ہجر کے اوراق پر لکھا عشق
از قلم عائزہ عابد
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

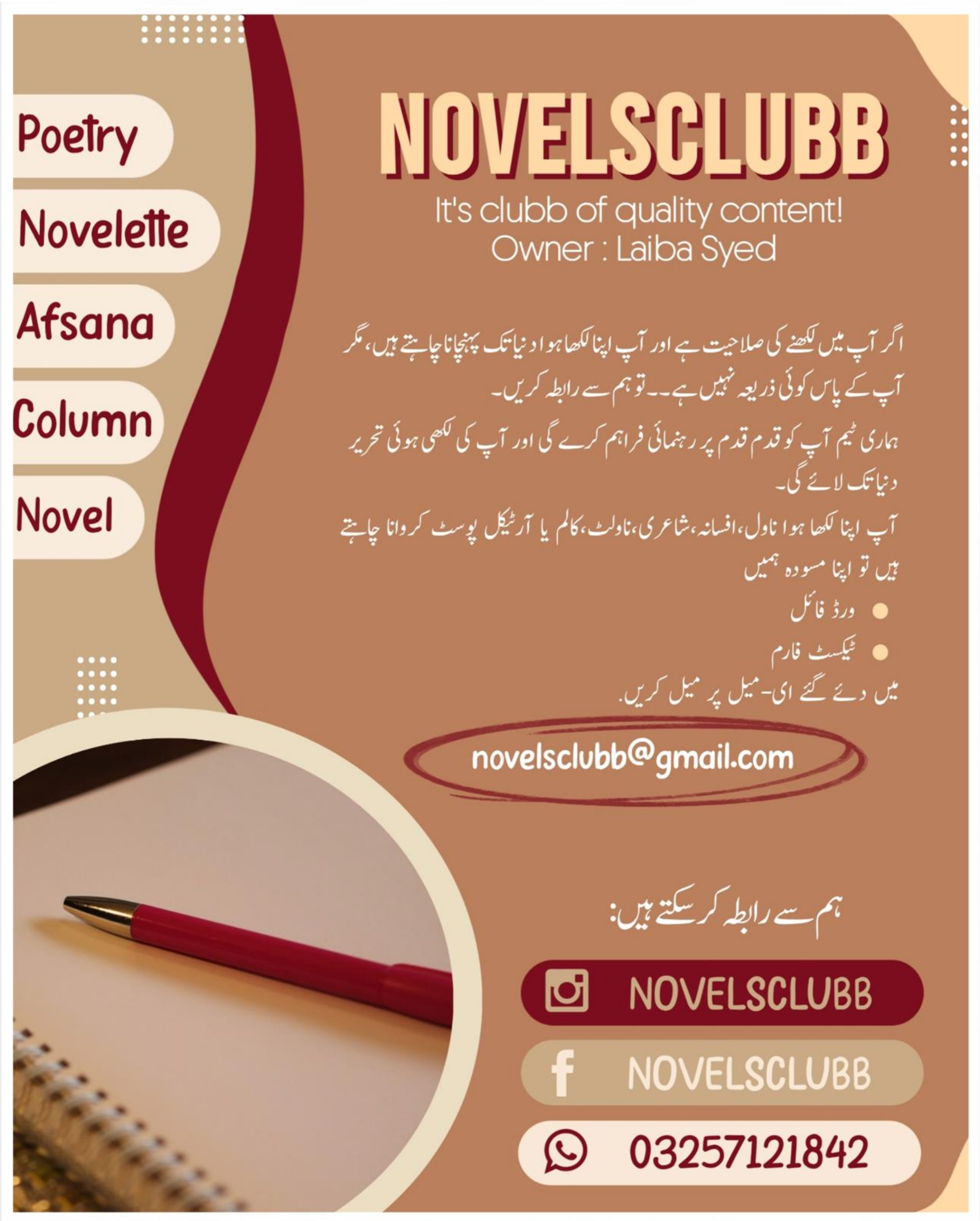

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

ہجر کے اوراق پر لکھا عشق

از قلم

عائزہ عابد

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

ہجر کے اوراق پر لکھا عشق

صبر، آزمائش، ہجر یا وصال، نہ جانے کیا لکھا ہے مکتوب میں

"When something has to happen, it will happen–at the right moment, with the right person, for the best reason.
"

"جب کسی چیز کا ہونا ہوتا ہے، تو وہ ضرور ہوتی ہے۔ صحیح وقت پر، صحیح انسان کے ساتھ، بہترین وجہ کے تحت۔"

۔پاؤلو کوئیلو

ماہ جبین قریشی اس وقت کنگس کالج لندن (King' s college London) کے سیمینار ہال میں موجود اسٹیج پر اپنی تقریر کا اختتام کر رہی تھی۔ الوداعی کلمات کہتی اب وہ اسٹیج سے اتر رہی تھی۔ پورا ہال تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ماہ جبین قریشی جب بولتی تھی تو حاضرین سانس روکے اسے سنتے تھے۔ اللہ نے اس کے لفظوں میں برکت ہی کچھ ایسی رکھی تھی۔ ماہ جبین قریشی کے لیے بولنا اس کا فن تھا۔

"بہت شکریہ مس جبین ہمارے لیے وقت نکالنے کا۔ ہم آپ کے شکر گزار ہے۔" ایڈورڈ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"مس ماہ جبین قریشی۔" درست نام بتایا گیا گویا اسے اپنے نام سے بہت محبت تھی۔

"معذرت مگر میں مردوں سے ہاتھ نہیں ملاتی۔" چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ سجاتے ہوا کہا گیا۔

اس نے ایڈورڈ کے تشکر کے اظہار کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا۔ داد موصول کرنا، اس کے لیے معمول کا کام تھا۔

ایڈورڈ مشکور ہوتا بھی کیوں نہ، وہ کوئی عام عورت نہیں تھی۔ اسے ایک دنیا سنتی تھی وہ اٹھائیس سال کی عمر میں تقریباً انیس ملکوں کا سفر کر چکی تھی۔ لندن وہ دوسری بار آئی تھی وہ پچھلے سات سالوں سے یوٹیوب پر انسانی نفسیات کے حوالے سے لیکچر دے رہی تھی۔ اس

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نے سائیکولوجی ضرور پڑھی تھی مگر وہ الفاظ جو وہ کہتی تھی اسکے بولنے کا پر تاثر انداز وہ اللہ کی طرف سے تحفہ تھا جو ہر کسی کو عطا نہیں ہوتا۔ ہر کوئی ماہ جبین قریشی نہیں ہو سکتا۔

تقریب کا اختتام ہو چکا تھا۔ اب وہ ہال سے باہر آچکی تھی۔ وہ سیڑھیوں کے زینے اتر رہی تھی۔ سر پر ہلکے گلابی رنگ کا سکارف سجائے، اسی رنگ کی سکرٹ اور سفید رنگ کی شرٹ پہنے، وہ اچھی لگ رہی تھی۔ اس کے گندمی رنگت پر اچھا لگ رہا تھا۔

سیاہ آنکھیں فکر مندی سے کسی کا انتظار کر رہی تھی، شاید کوئی اسے لینے آنے والا تھا۔ اب وہ بیگ سے اپنا موبائل نکال رہی تھی۔ کسی سونی کے نمبر پر وہ کال ملا رہی تھی۔ بیل جا رہی تھی۔ فون اٹھالیا گیا تھا۔

"سونی تم کہاں رہ گئی ہو؟ اگر آنا نہیں تھا تو بتا دیتی، بیکار میں انتظار کیوں کروا رہی ہوں۔ یہاں موسم اتنا خراب ہے بارش بس ہونے ہی والی ہے۔" اور سونی جانتی تھی بارش کی محبت سے وہ بہت عرصہ پہلے ہی دستبر دار ہو چکی تھی۔

Clubb of Quality Content

"حوصلہ میڈم ٹریفک میں ہی پھنسی ہوں۔ تم بتاؤ سیمینار کیسا گیا؟" سونی نے بات بدلنی چاہی۔

"تم کب سدھرو گی؟ ابھی تک خوابِ خرگوش کے مزے لیے جا رہے ہے۔" لہجے میں فکرمندی تھی۔

"ایک تو تم ہمیشہ جان جاتی ہو، بندہ تم سے جھوٹ بھی نہیں بول سکتا۔" ہار مانتے ہوئے کہا گیا۔ "بس ایک منٹ میں پہنچ رہی ہوں۔" وہ فون کاٹ چکی تھی جیسے ہی فون بند ہوا، بارش شروع ہو چکی تھی۔

اسے دو ہی بارشیں پسند تھیں، ایک بارش میں بھیگتا لاہور اور دوسرا لندن۔

لاہور اور لندن میں بہت سے رنگ تھے اور بارش میں سب رنگ مل جاتے تھے۔ وہ اس منظر میں کھو گئی تھی۔ بارش میں بھیگنا ماہ جبین نے چھوڑ دیا تھا۔ وہ بس ادھر سے ادھر بھاگتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو بارش سے بچنے کی ناممکن کوشش کر رہے تھے۔

"ماہی۔" کسی نے اسے پکارا تھا۔ اگر وہ صدیوں بعد بھی وہ پکار سنتی تو اسے پہچان لیتی۔

کبھی وہ ماہ جبین قریشی تھی، تو کبھی جبین دنیا میں صرف ایک انسان اسے "ماہی" کہتا تھا، جو سالوں پہلے بچھڑ گیا تھا، جو خزاں میں جھڑنے والے پتوں کی طرح اسکی زندگی سے جھڑ گیا تھا۔

وہ پیچھے مڑ کر ماضی کو دیکھنے والوں میں سے نہیں تھی۔ دل زوروں سے دھڑک رہا تھا لگ رہا تھا جیسے ابھی پھٹ جائے گا۔ اس نے اپنے قدموں کو غیر ارادی طور پر مڑتے ہوئے دیکھا۔

وہ وہی تھا۔ بالآخر زایان مصطفیٰ آٹھ سالوں بعد اسکے سامنے تھا۔ مکتوب نے آخر کیسا کھیل کھیلا تھا۔

نو سال پہلے

ماہ جبین قریشی نے کل سے کچھ نہیں کھایا تھا وہ بس کل سے روئے جا رہی تھی اس کے خواب ٹوٹ چکے تھے وہ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی سیاہ آنکھیں سوجی ہوئی تھی۔

یہ والی ماہ جبین قریشی آج کی ماہ جبین سے بہت مختلف ہے ٹوٹی، بکھری، چہرے پر معصومیت، آنکھیں لال ہو رہی تھی۔

"جبین بیٹا دروازہ کھولو میری جان، ایسے مت کرو اپنے ساتھ۔ کل سے تم نے کچھ نہیں کھایا، بیمار ہو جاؤ گی بیٹا۔" جبین کی ماں، مریم قریشی، اپنی اکلوتی اولاد کے لیے فکرمند تھی، جو کل سے بس روئے جا رہی تھی۔ اگر ظفر قریشی یہاں موجود ہوتے تو وہ خود ہی جبین کو سنبھال لیتے، مگر وہ یہاں نہیں تھے۔ وہ پچھلے دو دن سے دفتر کی میٹنگ کی وجہ سے شہر سے باہر تھے۔

ماہ جبین قریشی میڈیکل کی سٹوڈنٹ تھی۔ ہر دوسرے بچے کی طرح اس کا بھی ایک ہی خواب تھا۔ ڈاکٹر بننا۔ مگر اس کا نام کسی بھی میرٹ لسٹ پر نہیں آیا تھا۔ اسے ملک کی سب سے بہترین سائیکاٹرسٹ بننا تھا مگر اب وہ نہیں بن سکتی تھی۔

"جبین دروازہ کھولو بابا آگئے ہے۔" ظفر قریشی کو جیسے ہی بیٹی کی خبر ملی تھی، وہ فوراً سے کام نمٹا کر لاہور واپس چلیں آئیں۔ جبین نے باپ کی آواز سن کر دروازہ کھول دیا تھا۔ اور اب وہ اپنے باپ سے لپٹ کر رو رہی تھی۔

"بابا آپ اتنی دیر سے کیوں آئے؟ دیکھیں میں ڈاکٹر نہیں بن سکتی بابا۔ میں نے تو بہت محنت کی تھی۔ آپ تو کہتے تھے اللہ کسی کی محنت رائے گاہ نہیں جانے دیتا، پھر میرے ساتھ یہ

کیوں ہوا بابا؟ کیا اللہ مجھ سے پیار نہیں کرتا؟" وہ بچوں کی طرح پوچھ رہی تھی، سوال کر رہی تھی۔ وہ بس روئے جا رہی تھی۔

وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنے بابا، ظفر قریشی سے کرتی تھی۔

"پہلے رونا بند کرو، میری بیٹی بہادر ہے وہ بزدلوں کی طرح نہیں روتی۔" ماہ جبین قریشی اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنے باپ سے کرتی تھی۔ وہ ان کی بات نہیں ٹالتی تھی۔ فلحال اس نے رونا بند کر دیا تھا۔

"مکتوب سمجھتی ہو؟" جبین نے نفی میں سر ہلایا. "مکتوب یعنی لکھا ہوا، وہ جو اللہ نے پہلے سے ہی لکھ دیا ہے۔ آپ کے لیے، وہ جانتا ہے کہ بہترین کیا ہے وہ جو ستر ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے، کیا وہ تمہاری محنت کو رائے گاہ جانے دے گا؟" جبین غور سے سن رہی تھی شاید اس نے یہ بولنے کا فن اپنے باپ سے ہی سیکھا تھا۔

"وہ صحیح وقت پر تمہیں تمہاری محنت لوٹا دے گا۔ وہ کسی کا احسان نہیں رکھتا۔ جس میں ہمارے لیے بہتری ہے وہ ہم نہیں جانتے وہ تو صرف اللہ جانتا ہے۔ اس کی رضا میں جو راضی

رہتا ہے وہ اسے پا لیتا ہے۔ کیا تم اس کے قریب ترین بندوں میں سے نہیں ہونا چاہتی؟"

جبین نے بچوں کی طرح اثبات میں سر ہلایا۔ وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں اپنے باپ کو سن رہی تھی۔ ظفر قریشی کا انداز ہی ایسا تھا جو ہر کسی کو سننے پر مجبور کر دیتا تھا۔

"پھر جبین مایوس مت ہو، رونا چھوڑ دو، بابا کی جان، اللہ تو ہم سب سے بہت محبت کرتا ہے۔ ہمیں بھی اس سے محبت کرنی چاہیے۔" جبین اب باپ کے گلے لگ کر دوبارہ رونے لگی تھی۔

آج سوگ کا آخری دن تھا سو ظفر قریشی نے اسے رونے دیا۔

وہ مکتوب کو سمجھتے تھے مگر ان کی اولاد نہیں۔ جو ہو رہا تھا وہ مکتوب تھا۔ جو ہو کر رہنا تھا، جسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔

جبین نے بی ایس سائیکولوجی میں ایڈ میشن لے لیا تھا۔ اسے بہترین سائیکاٹرسٹ بننا تھا۔ سائیکاٹرسٹ نہ سہی، سائیکالوجسٹ ہی سہی۔ سونی نے بھی اسی کے ساتھ ایڈ میشن لے لیا تھا۔

سونیا افتخار عرف سونی، جبین کی بچپن کی دوست، ایک ہی سکول سے دونوں نے میٹرک کیا تھا اور ایک ہی کالج سے انٹر اور اب یونیورسٹی میں بھلا کیسے الگ ہو جا سکتا تھا۔ انہیں ایک ہفتہ ہو گیا تھا یونیورسٹی میں۔ جبین کو ابھی تک مکتوب سمجھ نہیں آیا تھا، اسے بس یہی یاد تھا کہ وہ ڈاکٹر نہیں بن پائی۔ آخر اس میں کیا بہتری تھی؟ اسے جواب نہیں ملا تھا۔

"یار جبین ہماری کلاس کا ایک لڑکا ہینڈسم نہیں، یا اللہ! آخر ایسا کیا گناہ کیا تھا جو ایسی خوفناک سزا دی۔" اسکا بس چلتا تو رو ہی دیتی۔

"بالکل تمہیں دیکھ کر انکا خیال بھی کچھ مختلف نہیں ہو گا۔" جبین نے چوٹ کی، اُف میڈم کے نخرے۔

"لوگوں کو مرنے کے بعد جہنم ملتی ہے اور میں تو دنیا میں ہی چلتی پھرتی جہنم کے ساتھ ہوں۔" جبین کچھ بولنے ہی لگی تھی کے سر عدنان نے دونوں کو کلاس سے باہر نکال دیا۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے کیا عزت رہ گئی ہو گی میری کلاس کے لڑکوں کے سامنے۔

"وہ برا سامنہ بنا کر بولی۔

"واہ! کیا ہی بات ہے تمہاری! ابھی وہ تمہیں سڑے ہوئے بینگن لگ رہے تھے اور اب انہی کا خیال آرہا ہے۔" جبین سامنے دیکھ کر چلنے کی بجائے سونی کی طرف دیکھ رہی تھی اور اسی دیکھا دیکھی میں جبین سامنے آتے لڑکے سے ٹکرا چکی تھی۔

سونی تو بس یہ فلمی سین دیکھ کر آہ بھر کر رہ گئی تھی۔ بھلا کوئی اس کے ساتھ کیوں نہیں ٹکراتا تھا؟ کمبخت قسمت۔

اس لڑکے کے سارے ڈاکیومنٹس ادھر ادھر بکھر گئے تھے۔ اس نے ایک نظر جبین پر ڈالی جو غصے سے اسے گھور رہی تھی۔

صرف چند لمحوں کے لیے سیاہ گہری آنکھیں، ہلکے نیلے رنگ کی آنکھوں سے ٹکرائی۔ انہیں نہیں ٹکرانا چاہیے تھا۔ مگر اب تو وہ ٹکرا چکے تھے۔ کہانی شروع ہو چکی تھی۔

"سوری! میری دوست کی وجہ سے آپ کے سارے پیپرز بکھر گئے۔ میں آپ کی مدد کر دیتی ہوں۔" جبین تو بس دیکھتی رہ گئی، کیا یہ وہی سونی تھی؟

اس نے تو کبھی سونی کو اتنے میٹھے لہجے میں بولتے نہیں سننا تھا۔ جن کے ایسے دوست ہو تو بھلا انہیں دشمنوں کی کیا ہی ضرورت ہو۔

"یہ جناب خود اٹھالے گے تم۔۔۔" جبین کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ سونی تو مکمل طور پر جبین کو نظر انداز کر چکی تھی۔ وہ تو بس اسی نیلی آنکھوں والے کے پیپرز اٹھانے میں مصروف تھی۔

"یہ اچھا طریقہ ڈھونڈا ہے، پہلے لڑکی میں ٹکراؤ اور اس طرح سے بات کرنے کا بہانا مل جائے گا۔" وہ تپی ہوئی لگ رہی تھی۔ آج کل اس کا یہی حال تھا۔ وہ بلاوجہ سب پر برس پڑتی تھی۔ ایک تو یونیورسٹی پسند کی نہیں تھی۔ دوسری وجہ، ابھی تازہ تازہ عزت افزائی جو سرنے کی تھی۔

"آپ ایکسکیوز کرنے کی بجائے، مجھ پر الزام لگا رہی ہے؟ سیریسلی؟" اسکا لہجہ نرم تھا۔

اس سے پہلے کے بات مزید آگے بڑھتی سونی پیپر زلے آئی تھی۔ "اس کو چھوڑیں وہ بس مزاق کر رہی ہے۔ "سونی یہ چانس جبین کی وجہ سے خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کیا میں تمہیں کہی سے بھی مزاق کے موڈ میں لگتی ہوں؟ فوراً سے سوری بولو۔ "جبین تو لڑنے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

وہ ہلکا سا مسکرایا اور دھیمے سے کہا" کھانے میں مرچیں کم کھایا کریں۔ "اور ہنسنے لگا۔

" تمہیں دیکھ لوں گی میں مسٹر جو بھی نام ہے تمہارا۔ "سونی کا ہاتھ پکڑے اب وہ شدید غصے سے جا رہی تھی۔

"زایان مصطفیٰ نام ہے میرا۔ "گویا وہ اس کے علم میں اضافہ کر رہا تھا۔ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ زایان مصطفیٰ ان آنکھوں کے حصار میں قید ہو چکا تھا۔

یہ آخری ملاقات نہیں تھی اس کے بعد زایان انہیں بہت سی جگہوں پر نظر آنے لگا تھا۔ کبھی لائبریری میں، کبھی وہ ان کی کلاس میں آجاتا جبکہ اسکا میجر لاء تھا مگر وہ فارغ وقت میں

نفسیات پڑھنے بھی آجاتا تھا یا شاید کسی کو پڑھنے، کبھی کینٹن میں، وہ بھوت کی طرح انہیں ہر جگہ مل جاتا۔

جبین اسے نظر انداز کرتی جبکہ سونی اس سے خوب گپے لڑاتی تھی۔ زایان جان بھوج کر کوئی ایسی بات کہتا جس سے جبین بھی گفتگو میں حصہ لے مگر وہ بھی جبین تھی، ایک نمبر کی ڈھیٹ۔

یونیورسٹی میں ہر جگہ ٹینشن کا ماحول تھا۔ مڈز شروع ہو چکے تھے۔ اب زایان انہیں صرف واپسی پر ملتا تھا۔

آج آخری امتحان تھا آج سب نے سکھ کا سانس لینا تھا۔ آج تو موسم بھی خوشیاں منا رہا تھا۔ نومبر کا مہینہ تھا اور آسمان پر سیاہ بادل ہر طرف چھائے تھے۔ بادل بس برسنے کو تیار تھے۔

سونی گھر جا چکی تھی اسے شہر سے باہر کہی جانا تھا۔ جبین اتنے حسین موسم کے لیے دنیا کے ہر کام کو انکار کر سکتی تھی۔ بارش میں بھیگتا لاہور اسے بہت پسند تھا۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی۔ اس نے شال اپنے بیگ پر رکھ دی تھی وہ ان ہواؤں کو محسوس کرنا چاہتی تھی۔ مٹی کی خوشبو ہر سو پھیل چکی تھی۔ اب وہ بس بارش کا انتظار کر رہی تھی۔

"لگتا ہے نیچر سے بہت محبت ہے۔ "زایان اچانک سے نمودار ہوا تھا۔ جبین ڈر گئی تھی۔ وہ آیا ہی بھوت کی طرح تھا۔ جبین اپنا بیگ اٹھانے والی تھی۔ اسے اپنا موڈ خراب نہیں کرنا تھا۔

"اس دن کے لیے سوری! آئی سوئیر (I swear) میں بس مزاق کر رہا تھا میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا ماہی۔ "وہ واقع شرمندہ تھا۔

ماہ جبین کی سمجھ میں نہیں آیا، یہ آپ سے تم کب ہوئے؟ اور ماہی؟؟ اس کی اتنی ہمت۔

"ماہ جبین قریشی۔ "اس نے صرف اتنا ہی کہا تھا۔ کمبخت نے سارا موسم کا مزہ خراب کر دیا تھا۔

"ماہ جبین قریشی، کافی لمبا نام ہے۔ ماہی ٹھیک رہے گا۔" اس نے خود سے ہی ڈیسائیڈ کر لیا تھا۔

"میرے بابا نے رکھا ہے میرا نام، مائینڈ یو!" اب کی بار اس نے غصہ نہیں کیا تھا شاید موسم کا اثر تھا۔ یا پھر اب اس کا غصہ تھم چکا تھا۔ شاید اس نے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ شاید اس نے مکتوب کو قبول کر لیا تھا۔

اس نے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اگر کسی کو جانا چاہیے تھا تو وہ زایان تھا۔ بھلا وہ کیوں جائے؟

"نہیں، نام واقع خوبصورت ہے۔ چاند جیسا چہرہ، سوٹ کرتا ہے۔ تمہارے بابا نے کافی سوچ کر نام رکھا ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا اسکی ہنسی واقع دلفریب تھی۔ وہ بولتے ہوئے اچھا لگتا تھا۔ اسے بولتے رہنا چاہیے۔

"تم فلرٹ کر رہے ہو؟" جبین کو اندازہ ہو رہا تھا وہ اتنا بھی برا نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھی۔

"آپ جیسی لڑکیاں فلرٹ کرنے کے لیے نہیں بنی مس ماہ جبین قریشی۔" چہرے پر وہی مسکراہٹ تھی۔ کلین شیو میں وہ اچھا دکھتا تھا۔ آنکھوں میں چمک تھی جیسے اپنے محبوب کو قریب سے دیکھنے پر ہر اشیر کی آنکھیں چمکتی ہے۔ وہ بڑی عقیدت سے اسے دیکھ رہا تھا اور ماہ جبین ہر طرف دیکھ رہی تھی سوائے اس کے، یعنی اسکا محبوب ظالم تھا۔

"پھر کس لیے بنی ہے؟" جبین نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا، اگر دیکھ لیتی تو جواب سننے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ بارش شروع ہو چکی تھی۔ جبین بھیگنے کو تیار تھی۔

"محبت کے لیے۔" زایان نے صرف زبان سے نہیں کہا تھا اس کے جسم کا رواں رواں محبت کا اقرار کر رہا تھا۔ جبین نے سننا نہیں تھا۔ وہ دور جا چکی تھی۔

وہ بارش میں بھیگ رہی تھی اور اسے اندازہ بھی نہیں تھا اسکا ہلکے جامنی رنگ کا لباس اس کے جسم کی نمائش کر رہا تھا۔ زایان نے نظریں جھکا دی مگر ہر کوئی نظریں نہیں جھکاتا۔

زایان نے پاس ہی زمین پر پڑی جبین کی شال اٹھائی اور بارش میں بھیگتا ہوا اس تک آیا۔

وہ اس کے عین سامنے کھڑا تھا مگر وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا اس نے بس شال اوڑھائی اور بس اتنا کہا "ہر کوئی میری طرح نظریں جھکانا نہیں جانتا۔" اور چلا گیا۔

ماہ جبین قریشی اب ہوش میں آئی تھی۔ بارش کو دیکھ کر وہ ہمیشہ دیوانی ہو جاتی تھی اسے بھول گیا تھا کہ یہ گرلز کالج نہیں بلکہ مردوں سے بھری یونیورسٹی ہے۔

آج اسے زایان مصطفیٰ برا نہیں لگا تھا۔ اس کے باپ کے بعد وہ دوسرا مرد تھا جس نے اس پر چادر اوڑھی تھی۔ کیا واقع زایان مصطفیٰ جیسے لوگ دنیا میں موجود ہے؟

اس کے دل میں زایان مصطفیٰ کے لیے ناپسندیدگی ختم ہوئی تھی اور عزت بڑھ گئی تھی۔

اب جب بھی زایان مصطفیٰ انہیں ملتا تو جبین بھی باتوں میں حصہ لینے لگی تھی۔ سونی کو یہ تبدیلی اچھی لگی تھی مگر یہ اتنی اچانک کیسے ہوا؟ اسے اب جاننا تھا۔

"کیا چل رہا ہے تم دونوں میں؟" وہ مشکوک نظروں سے جبین کو دیکھ رہی تھی۔ "بڑی ہنس ہنس کر باتیں ہو رہی تھی اور یہ "ماہی" والا کیا سین ہے؟ کچھ بتانا پسند کرو گی محترمہ۔" اس نے سوالوں کی برسات کر دی تھی۔

"تم اگر مجھے بولنے کا موقع دو گی تو پھر ہی کچھ کہوں گی۔" جبین نے اس دن کی ساری کہانی سنا دی تھی۔

"بس یہ چل رہا ہے اور کچھ نہیں۔" جبین نے خفا ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو لگتا ہے زایان تم پر لٹو ہو گیا ہے۔ میرے سے بات کرتے ہوئے بھی اسکا دھیان ہمیشہ سے تم پر رہا ہے اور تم سے بات کرتے ہوئے اسکا چہرہ کیسے چمک رہا تھا۔" یہ دن رات بولی ووڈ فلمیں دیکھنے کا نتیجہ تھا۔

"اپنے دماغ کو زرا بریک لگاؤ ایسا کچھ نہیں ہے۔" جبین نے اس کی باتوں کو بکواس سمجھا۔

"میں بتا رہی ہوں وہ بہت جلد تمہیں پرپوز کرنے والا ہے۔ جب وہ پرپوز کرے نا تمہیں تو پلیز پاگل عورت اس کے منہ پر طمانچہ نہ دے مارنا۔ اتنا پیارا، سویٹ، پورا پیکج ہے وہ تو۔ بس چپ کر کے قبول کر لینا۔" ماہ جبین بدمزہ کافی کا آخری گھونٹ بھر رہی تھی۔ "سمجھ آیا کچھ۔" سونی کنفرم کرنا چاہتی تھی کہ وہ سن رہی ہے یا نہیں۔

"کینٹن کی کافی واقع بہت بیکار ہو چکی ہے۔" سونی نے اسے ان نظروں سے گھورا جیسے وہ کہہ رہی ہو کہ "کچھ نہیں ہو سکتا اس لڑکی کا۔"

ماہ جبین اور زایان کی دوستی بڑھتی جا رہی تھی۔ زایان اپنے ڈیپارٹمنٹ میں کم اور ماہ جبین کے ڈیپارٹمنٹ میں ہر وقت دیکھائی دیتا تھا۔ ماہ جبین کو اسکا ماہی کہنا اچھا لگتا تھا۔ وہ ایک مخلص انسان تھا۔ وہ ہر وقت ان کے ساتھ تو دیکھائی دیتا تھا مگر وہ اپنی حدود جانتا تھا۔

جبین چھپے ہوئے دوست نہیں بناتی تھا۔ وہ زایان کو اپنے بابا سے ملوا چکی تھی، ایک دوست کی حیثیت سے۔ اور اس کے بابا کو زایان سے کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے دنیا دیکھ رکھی تھی۔ وہ انسانوں کو سمجھتے تھے۔ اور جبین اپنی حدود جانتی تھی۔

جبین اور اس کا کبھی آپس میں نمبروں کا تبادلہ نہیں ہوا تھا، البتہ وہ اس کے ساتھ انسٹاگرام پر ایڈ تھا مگر وہ بلاوجہ کبھی اسے میسج نہیں کرتا تھا۔ اپنی نظروں کو جھکانا اسے آتا تھا۔ اس نے کبھی ماہ جبین قریشی کو ہاتھ نہیں لگایا تھا نہ مزاق میں نہ جزبات میں۔ اس کی محبت پاکیزہ تھی سو وہ اسے پاکیزہ ہی رکھنا چاہتا تھا۔

یونیورسٹی میں رش کم ہو گیا تھا گرمی بڑھ گئی تھی۔سال کا اختتام تھا اور چھٹیوں کا آغاز۔

یونیورسٹی میں سال گرمیوں میں ختم ہوتا تھا۔ان کا سال بھی مکمل ہونے کو تھا۔دور دراز علاقوں سے آئے،اب واپس اپنے اپنے علاقوں کی طرف رواں دواں تھے۔

ماہ جبین اور سونی کو بھی یونیورسٹی میں سال ہونے کو تھا۔کل سے ان کی بھی چھٹیوں کا آغاز تھا۔

آج انہیں سارادن زایان نہیں ملا تھا۔"زایان کا ابھی ایک پیپر رہتا ہے نا؟"سونی نے پوچھا تھا۔

"ہاں، کہا تو اس نے یہی تھا۔ویسے سارادن یونیورسٹی میں منڈلاتا رہتا ہے اور آج دیکھو جب ہم نے دو مہینوں بعد ملنا ہے تو آج غائب ہے۔"ماہی کی نظریں اسے تلاش کر رہی

تھی اور زایان مصطفیٰ ماہ جبین کو انتظار نہیں کرواسکتا تھا۔ زایان سامنے سے آتا ہوا دیکھائی دیا۔

"یہ دیکھو شیطان کا نام لیا اور شیطان حاضر۔" سونی نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"کون نام لے رہا تھا اس شیطان کا۔" وہ جاننا چاہتا تھا۔

" آپ کی ماہی۔" جبین نے غصے سے سونی کو گھورا۔ شرم سے یا غصے سے البتہ اس کے گال لال ہو رہے تھے۔ سونی نے تو اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

"میری طرف سے لمبا والا خدا حافظ! میری گاڑی آگئی ہے۔" یہ کہہ کر سونی جا چکی تھی۔

"ماہی تمہاری گاڑی نہیں آئی؟" اسے شاید کچھ اور کہنا تھا مگر وہ کہہ کچھ اور رہا تھا۔

"میں ماہی کے لیے کھڑی تھی۔ بابا تھوڑی دیر میں آئے گے۔"

"چلو پھر والک (walk) کرتے ہیں۔ اور مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" ماہی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ زایان زمین پر بننے والا دونوں کا سایہ دیکھ رہا تھا۔ اگر وہ یونہی ساری زندگی ساتھ چلتے رہے تو؟

"تمہیں کیا بات کرنی تھی؟" ماہی کے سوال سے وہ اپنے خیالوں سے باہر آیا تھا۔

زایان کچھ تلاش کرنے لگا اسکی نظر ایک بینچ پر پڑی وہ درخت کے سایے میں تھا۔ درخت پر پھول کھلے تھے وہ پرفیکٹ جگہ تھی۔ "وہاں بیٹھ کر بات کرتے ہے۔" اس نے بینچ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ دونوں بینچ کے ایک ایک کونے پر بیٹھ گئے تھے۔

"تم پلیز میری بات کو تحمل سے سننا اور پوری بات سننے کے بعد جواب دینا۔" یہ وہ پراعتماد زایان نہیں تھا۔ وہ ڈرا ہوا تھا کسی کو کھونے کا ڈر اسکی آنکھوں میں واضح تھا۔

"میں سن رہی ہوں تم کہو۔" اس نے زایان کی طرف نہیں دیکھا تھا وہ سامنے دیکھ رہی تھی۔ جب بھی اس نے کچھ چھپانا ہوتا تو وہ ایسے ہی سامنے والے سے نظرے پھیر لیتی تھی۔

"میں زایان مصطفیٰ، تم سے محبت کرتا ہوں۔" ماہی کو لگا اس نے کچھ غلط سن لیا ہے۔ "پہلی ملاقات سے، میں نے تمہارے خیال کو جھٹکا، مگر میں تمہارے ان آنکھوں میں قید ہو گیا ہوں ماہی۔ آج جب تم سے دو مہینوں کے لیے بچھڑ رہا ہوں تو یہ خیال میرا سانس روک رہا ہے۔ آج میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں ماہی کہ میں تمہاری ان آنکھوں کا اثیر ہوں۔" اس کی آواز میں درد واضح تھا۔

"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا ماہی لیکن مجھے نہیں معلوم کہ میں کس طرح تمہیں اپنی محبت کا یقین دلاؤ۔" وہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا وہ بس اسے سننا چاہتا تھا اس کا انکار یا اقرار۔ وہ ڈرا ہوا الگ رہا تھا۔

"کیا مجھے انکار کا حق ہے؟" ماہی کی نظریں جھکی ہوئی تھی۔ وہ چاہتا تھا وہ اسکی طرف دیکھے۔ اس سے منہ نہ موڑے۔

"تمہیں زایان مصطفیٰ کے قتل کا بھی حق ہے۔" وہ کتنی سنگدل تھی۔ کیا وہ انکار کرنے والی تھی؟

ماہی نے اپنا رخ زایان کی طرف موڑا اور کہنا شروع کیا" مجھے نہیں پتہ تھا کہ زایان مصطفیٰ بھی ان چھوٹی حرکتوں پر اتر آئے گا۔ تم تو دوستی کو کچھ اور ہی سمجھ بیٹھے۔"زایان کو لگا کسی نے زوردار تھپڑ اس کے گال پر دے مارا ہے۔

" تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہاری گرل فرینڈ بننا قبول کروں گی؟ گالی ہے یہ میرے لیے۔ مجھے تو آج معلوم ہوا ہے سروں پر چادر دینے والے سر سے چادر کھینچ بھی لیتے ہے۔"زایان کا سر جھک گیا تھا۔ وہ ذلت تھی جو اسکا سر جھکا رہی تھی۔

ماہی جانے کے لیے مڑی تھی مگر زایان کے پکارنے پر وہ رک گئی۔

"ماہی۔۔۔ کیا اس ایک سال میں تمہیں ایک بار بھی ایسا لگا کہ میں نے تمہیں بری نظر سے دیکھا؟ میں نے ہمیشہ تمہیں عقیدت سے دیکھا۔ تمہیں دیکھنا عبادت لگتا تھا مجھے۔"اس کی آواز میں کرب تھا۔ "کل بارہ بجے میں یہی پر تمہارا انتظار کروں گا۔ تمہاری جو شرائط ہو گی، تمہارا انکار، اقرار، مجھے سب قبول ہو گا۔" وہ اب تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

ماہی جا رہی تھی۔ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

اسے پہلی ملاقات والی ماہی یاد آئی تھی۔

آٹھ سال بعد

وہ عین اس کے سامنے کھڑا تھا۔ دونوں کے درمیان چند قدموں کا فاصلہ تھا۔

ماہی کو پتا بھی نہ چلا اور اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھی۔ کیا وہ واقع اس کے سامنے موجود تھا؟ وہ ہمیشہ کسی بھوت کی طرح نمودار ہو جاتا تھا اور آج وہ واقع ایک بھوت لگا تھا۔

ماہی نے چہرے کو چھوا تو وہ گیلا تھا۔ آنسو کب اس کی آنکھوں سے بہے تھے اسے معلوم ہی نہ ہو سکا۔ ماہی الٹے قدم چلنے لگی۔ اسے ابھی بھی یقین نہیں تھا کہ زایان مصطفیٰ واقع اس کے سامنے موجود ہے۔ وہ اسے پہلے بھی کئی بار دیکھ چکی تھی لیکن ہر بار وہ محض اس کا وہم ہوتا تھا۔

ماہی بھیگنے لگی تھی۔ وہ اب بارش میں تھی۔ ماہی بے یقینی کے عالم میں بھاگنے لگی تھی۔

زایان اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

زایان اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک چکا تھا۔ زایان نے آج تک اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا مگر آج ضروری تھا۔ اگر وہ اسے نہ روکتا تو وہ سڑک پر چلتی کسی گاڑی سے ٹکرا جاتی۔

زایان نے اسکا ہاتھ چھوڑا اور اپنا کوٹ اتار کر اس کے کندھوں پر رکھ دیا۔ اسے لاہور کی بارش یاد آئی تھی۔

ماہی نے ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر دے مارا۔ اس نے سر جھکا لیا تھا۔ اس نے اعتراف کیا تھا وہ اس تھپڑ کا حقدار تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی۔" اس کی آنکھوں میں نفرت نہیں تھی۔ وہاں درد تھا۔ کرب تھا۔ سوال تھے۔ زایان نے نظرے جھکا لی۔ اسے تکلیف ہوئی تھی۔ زایان کچھ نہ کہہ سکا۔ وہ چاہتا تھا ماہی بس بولتی رہے۔ وہ اسے برا بھلا کہے، گالیاں دے، بس وہ بولتی رہے وہ اسے سننا چاہتا تھا۔

ماہی جانے والی تھی۔ جانے سے پہلے اس کی نظر زایان کے ہاتھ پر پڑی۔ وہ وہی گھڑی تھی جو اس نے زایان کی سالگرہ پر اسے گفٹ کی تھی۔ زایان نے وہ گھڑی اسی وقت پہن لی تھی۔ اور شاید اس نے آج تک نہیں اتاری تھی۔ وہ دیکھنے میں کافی پرانی لگ رہی تھی۔

مگر وہ اس فریبی، دھوکے باز کے مزید کسی دھوکے میں نہیں آنا چاہتی تھی۔

وہ جا رہی تھی۔ زایان ہمیشہ کی طرح اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی کہہ کر چلی جاتی تھی۔

سامنے سے سونی اسے آتے ہوئے دیکھائی دی۔ "لو میڈم یہاں بارش میں بھیگ رہی ہے اور ۔۔۔" اس کی زبان رک گئی تھی۔

ماہی کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی وہ یقیناً رو رہی تھی۔ "جبین تم ٹھیک ہو؟ کیا ہوا جبین؟"

"ماہی کو رونے کے لیے کندھا چاہیے تھا اور اسے کندھا مل گیا تھا۔ وہ سونی کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگ گئی تھی۔

سونی فکر مند ہوئی۔ وہ ایسے کبھی نہیں روتی تھی۔ اس نے ماہی کو صرف ایک انسان کے لیے ایسے روتے دیکھا تھا۔

"وہ اب واپس کیوں آ گیا۔ کیا اسے میرا سکون میں رہنا اچھا نہیں لگ رہا؟ اتنے سالوں بعد آخر وہ واپس آ کر کیا جتانا چاہتا ہے؟" وہ روئے جا رہی تھی۔

گھر آ کر وہ سو گئی تھی۔ اس نے سونی سے کچھ نہیں کہا تھا اور نہ سونی نے کچھ پوچھا تھا۔ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ اس سے کچھ پوچھا جائے۔

شام کے چھ بج رہے تھے۔ بارش رک چکی تھی۔ ماہی اب فریش لگ رہی تھی۔

وہ سونی کو اپنے ساتھ لندن لے آئی تھی۔ ان دونوں نے لندن گھومنے کا فیصلہ کیا تھا۔ مگر اب لگتا نہیں تھا کہ وہ زیادہ دیر لندن میں ٹھہرنے والے تھے۔

ان دونوں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ "کل ہم واپس جا رہے ہے۔" اچانک اعلان ہوا تھا۔

"کیوں بھئی، کس خوشی میں؟" ابھی تو ان کا پہلا دن تھا اور وہ دونوں ایک ہفتے کے لیے آئیں تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"ماہی نے سونی کی طرف نہیں دیکھا۔

"کیا تمہیں لگتا ہے کہ تم میرے سے چھپا سکتی ہو۔ ہم بچپن سے ساتھ ہے۔ اور تمہیں لگ رہا ہے کہ تم میرے سے جھوٹ بولو گی اور میں یقین کر لوں گی؟"سونی اس کے لیے فکر مند نظر آ رہی تھی۔ "یہ کوٹ،یہ تمہارا نہیں ہے۔یہ مردانہ کوٹ ہے۔"

سونی،ماہی کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"کیا ہوا ہے جبین؟"اس نے بہت اپنائیت سے پوچھا۔

"وہ وہی تھا سونی۔یہ کوٹ اسی کا ہے۔اسے واپس نہیں آنا چاہیے تھا۔"اس کی آنکھیں دوبارہ بھیگنے لگی تھی۔

سونی سمجھ گئی تھی وہ کس کا ذکر کر رہی تھی۔"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ وہی تھا؟"

"کیا تمہیں لگتا ہے میں پاگل ہوں اور یہ کوٹ، کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟"وہ چیخنے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"ریلیکس جبین۔میں تمہیں پاگل نہیں کہہ رہی میں بس۔۔۔"جبین اس کی بات کاٹ کر بولی

" تمہیں اگر میرا یقین نہیں کرنا تو مت کرو میں کل ہی واپس جا رہی ہوں تم بیٹھی رہو یہی پر۔" ماہی شدید تپ چکی تھی آخر کوئی اس کی بات کا یقین کیوں نہیں کر رہا تھا۔

کہنے کو وہ ماہرِ نفسیات تھی۔ ساری دنیا اسے سنتی تھی مگر اس کا دل اس کی کبھی نہیں سنتا تھا۔

دل کے معاملے بے اختیار ہوتے ہیں۔

"تم کل واپس نہیں جا سکتی۔ موسم خراب ہونے کی وجہ سے ملک سے باہر جانے والی ساری فلائٹس فلحال پوسٹ پون ہو چکی ہیں تو کم از کم ایک ہفتے سے پہلے ہم کہی نہیں جا رہے۔" تو کیا وہ وہاں پھنس گئی تھی۔ نہیں اسے واپس جانا تھا۔ کسی بھی صورت میں۔

ماہی کی آنکھوں کے آگے ماضی کے بادل چھانے لگے تھے۔

آٹھ سال پہلے

وہ پورا دن ایک ہی سوچ میں گم تھی۔

کیا زایان مصطفیٰ واقع اس سے محبت کرتا تھا یا پھر وہ خود سے پوچھ رہی تھی کہ کیا تم ماہی، زایان مصطفیٰ سے محبت کرتی ہو؟

فیصلے کا وقت ہو چکا تھا اور فیصلہ کر لیا گیا تھا۔یہ رات بہت مشکل سے گزرنے والی تھی۔

ماہی پورے بارہ بجے اسی جگہ پہنچ چکی تھی۔اسے لگا تھا زایان جواب سننے کے لیے گھنٹہ پہلے ہی آ چکا ہو گا مگر وہاں تو زایان کا بھوت بھی نہیں تھا۔

زایان کا آج امتحان تھا شاید اس وجہ سے وہ پہنچ نہیں پایا ہو گا۔اس نے خود کو تسلی دی حالانکہ وہ جانتی تھی اس کا پرچہ گھنٹہ پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔

آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔اسے انتظار کرنے کی عادت نہیں تھی مگر آج وہ زایان مصطفیٰ کا انتظار کر رہی تھی۔وہ آج فیصلہ کر کے آئی تھی۔وہ اپنے ساتھ ایک شرط لائی تھی۔

وہ آج زایان سے کہنے والی تھی کہ اگر وہ واقع محبت کرتا ہے تو اپنے ماں باپ کو ساتھ لائے اور فیصلہ وہی ہو گا جو ظفر قریشی چاہے۔

گھنٹہ گزر چکا تھا، آسمان پر کالی گھٹائیں چھانے لگی تھی۔ بادل برسنے کو تیار تھے۔ مگر ماہ جبین قریشی کا دل اسے مزید انتظار پر اکسا رہا تھا۔

بھلا دل کے فیصلوں میں کس کی چلی ہے۔

آدھا گھنٹہ مزید گزر چکا تھا اور بادلوں نے بھی برسنا شروع کر دیا تھا۔ جبین کو تفتیش ہوئی، کیا وہ خیریت سے تھا؟ یا اس نے بس کل کے کہے گئے لفظوں کا بدلہ لینا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اس نے یونیورسٹیز کے بارے میں یہی دیکھا اور سنا تھا کہ ایک سمیسٹر میں مرنے جینے کی قسمیں کھاتے ہیں تو اگلے میں وہی کام کسی اور کے ساتھ کیا جا رہا ہوتا ہے۔ کیا زایان بھی انہی میں سے تھا؟

جبین نے موبائل آن کیا اور انسٹاگرام کی طرف گئی۔ اور اس پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، زایان اپنا اکاؤنٹ ڈلیٹ کر چکا تھا۔ تو کیا زایان نے واقع اس سے بدلہ لیا تھا؟

آج ماہ جبین قریشی نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔ اسے پتا بھی نہ چلا اور نہ جانے کب اسے زایان سے محبت ہو گئی تھی۔

آج محبت نے اسے ذلیل کروایا تھا۔ اس نے کبھی کسی کا دو منٹ انتظار نہیں کیا تھا مگر زایان مصطفیٰ کے لیے وہ دو گھنٹے انتظار کرتی رہی تھی مگر وہ نہیں آیا۔

وہ بارش میں بھیگتی رہی تھی۔ آج زایان اس کو شال اوڑھانے نہیں آیا تھا۔

ایک بارش آسمان سے برس رہی تھی تو دوسری اس کی آنکھوں سے۔

زایان مصطفیٰ اسے بیوقوف بنا چکا تھا۔ وہ خود کو کوس رہی تھی۔ آخر وہ یہاں کیوں آئی تھی؟ محبت تو بیوقوف کرتے ہیں اور وہ بیوقوف کب بنی تھی اسے پتا بھی نہ چلا تھا۔

وہ پہلی بار بارش میں اچھا لگا تھا اور پہلی بار اس سے نفرت بھی بارش میں ہو رہی تھی۔

وہ شروع میں اسے ناپسند کرتی تھی مگر آج اس سے نفرت ہو رہی تھی۔ کیا وہ واقع اس سے نفرت کر پا رہی تھی؟

تین گھنٹے بعد وہ گھر آچکی تھی۔ وہ سر سے پیر تک بھیگی ہوئی تھی۔ اس کے والدین دو دن کے لیے شہر سے باہر گئے تھے۔ شام کو سونی آنے والی تھی اس کے پاس رکنے کے لیے۔

"جبین باجی آپ تو بھیگ گئی ہے۔ آپ کپڑے تبدیل کرلے میں کھانا لگا دیتی ہوں۔" گھر پر صرف ملازمہ تھی۔

"فلحال مجھے بھوک نہیں۔ میں سونے جا رہی ہوں۔" ملازمہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا کر چلی گئی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں آکر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ آنسو ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔ آخر کوئی ایسے کیسے کرسکتا ہے؟ کیا جزبات کے ساتھ کھیلنا روح کو سکون دیتا ہے؟ کیا لوگوں کو خدا سے خوف نہیں آتا؟ وہ کبھی خود سے سوال کرتی تو کبھی خود کو کوسنے لگ جاتی۔

کچھ دیر بعد سونی آچکی تھی۔ انھوں نے ان دو دنوں کے لیے بہت سارے پلانز بنا رکھے تھے مگر سونی تو کچھ اور ہی منظر دیکھ رہی تھی۔

جبین کی روئی ہوئی، سوجھی، لال آنکھیں۔ وہ کتنے دنوں کی بیمار لگتی تھی۔

"جبین یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے۔ سب ٹھیک ہے نا؟" وہ بہت فکرمندی سے پوچھ رہی تھی۔ سونی اس کے پاس زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ "انکل آنٹی ٹھیک ہے جبین؟ کچھ بتاؤں پلیز۔"

سونی نے جبین کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا تھا وہ واقع اس کے لیے بہت پریشان تھی۔

جبین سونی کے کندھے پر سر رکھ کر پھر سے رونے لگی تھی۔

"سونی وہ ایسا کیسے کر سکتا۔ کیا انسانوں کو اللہ کا خوف نہیں آتا؟ آخر کس بات کا بدلہ لیا ہے اس نے؟ ایسا کونسا گناہ کر دیا تھا میں نے؟" وہ روتی جا رہی تھی۔ سونی کا دل بھرنے لگا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ جبین کس کا ذکر کر رہی تھی۔

سونی نے اس کو پہلے چپ کروایا پھر اسے کپڑے بدلنے کا کہا۔ کپڑے تبدیل کرنے اور منہ ہاتھ دھونے کے بعد، وہ پہلے سے کچھ بہتر لگ رہی تھی۔

سونی اپنے اور اس کے لیے کھانا کمرے میں لے آئی تھی۔ اب وہ جبین کو زبردستی کھلا رہی تھی۔ وہ بالکل بڑی بہن کی طرح اسکا خیال کر رہی تھی۔

"جبین ادھر میری طرف دیکھو۔" سونی نے زبردستی اسے تھوڑا سا کھلایا تھا اور اب وہ اسے مخاطب کر رہی تھی۔ "کس نے تمہارا یہ حال کیا ہے مجھے ایک بار اسکا نام بتادو، خدا کی قسم اسکا وہ حال کروں گی کہ اس کے گھر والے اسے پہچاننے سے انکار کردے گے۔" اور سونی جبین کے لیے یہ کر بھی سکتی تھی اور کسی سے کروا بھی سکتی تھی۔

جبین نے اسے کل سے لے کر آج تک کی ساری داستان سنادی تھی اور اس سارے میں سونی نے صرف اتنا کہا تھا" تمہیں زایان سے محبت ہوگئی ہے۔"

" تمہیں لگتا ہے میں یہاں اس کی محبت میں رو رہی ہوں؟" اب وہ غصے میں لگتی تھی۔ "اس نے مجھے بیوقوف بنایا سونی۔ پہلے اس نے مجھے پرپوز کیا اور پھر مجھے ٹھکرا کر، میرا مزاق بنا کر چلا گیا۔ میں نے آج تک کسی کا انتظار نہیں کیا مگر ماہ جبین قریشی نے زایان مصطفیٰ کا ڈھائی گھنٹے انتظار کیا۔

کیوں کہ مجھے اعتبار تھا اس پر کہ وہ انسان اپنی زبان سے پھرنے والوں میں سے نہیں لیکن وہ مجھے غلط ثابت کر کے گیا۔"اس کا لہجہ بکھرا ہوا تھا۔

"لعنت بھیجو اس زایان پر۔ دل توڑنے والوں کے حساب بہت سخت ہوتے ہے۔ خوش نہیں رہ پائے گا وہ کبھی۔ بس آج سے اس کا نام بھی بھول جاؤ۔ ہم نہیں جانتے کسی زایان کو۔ رو لیا تم نے جتنا رونا تھا۔ اب خبردار اگر تم روئی تو۔"اس نے ایک سانس میں ہی زایان کو گالیاں اور بد دعاؤں سے نواز دیا تھا۔

اس بات پر یقین کرنا مشکل تھا کہ زایان جیسا انسان کسی کو دھوکہ بھی دے سکتا ہے؟ مگر سامنے اس کی بچپن کی دوست تھی وہ اسے کیسے غلط کہہ سکتی تھی؟

وہ جبین کی بچپن کی سہیلی تھی،اسے کیا غرض بھلا زایان مصطفیٰ سے۔ جبین کے لیے تو وہ سو زایان مصطفیٰ کو قربان کر دے۔

جبین نے بس اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ تو غمِ حیات تھا اب تا حیات ساتھ رہنے والا تھا۔

دو دن گزر چکے تھے۔ سونی نے ان دو دنوں میں اس سے ایک بار بھی زایان کا ذکر نہیں کیا تھا اور اب آئندہ بھی وہ زایان کا ذکر نہیں کرنے والی تھی۔ مگر سونی پھر بھی معاملے کا پتہ لگانا چاہتی تھی۔ آخر اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اور وہ غائب کہاں ہوا تھا؟ نہ اس کا نمبر چل رہا تھا اور نہ ہی اس کا کوئی بھی سوشل میڈیا کا اکاؤنٹ ایکٹیو (Active) تھا۔

اسے زایان کے گھر کا پتہ معلوم تھا۔ وہاں پہنچ کر اسے جو معلوم ہوا تھا وہ سونی کو حیران کر گیا تھا۔

جبین خود کو سنبھال چکی تھی وہ اپنے ماں باپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی آخر وہ انہیں کیا بتاتی کہ ان کی بیٹی کتنی بڑی بیوقوف تھی۔ جسے وہ بہادر کہتے تھے وہ تو اصل میں بزدل تھی۔

اس نے خود کو نارمل رکھا تھا مگر اسکی ماں کچھ محسوس کر گئی تھی۔

"جبین اگر کوئی بات ہے، کچھ ستا رہا ہے تو بیٹا تم مجھے بتا سکتی ہو۔" وہ ماں تھی، سب سے چھپا سکتی تھی مگر ماں سے نہیں۔

" آپ بس ایسے ہی پریشان ہو رہی ہے اماں۔ اتنا مت سوچا کرے۔" اس نے ماں کے گلے لگتے ہوئے کہا تھا۔ یہاں سکون ہی سکون تھا۔

"اللہ کرے بس میرا وہم ہی ہو۔" جبین اب اپنا سر ان کی گود میں رکھ چکی تھی۔

"اماں آج میں آپ کے ساتھ سو سکتی ہوں؟" وہ اسی آغوش کی تلاش میں تھی۔ آج وہ سکون سے سو سکتی تھی۔

انہوں نے جبین کا ماتھا چوما "میری جان! اس میں پوچھنے والی کونسی بات ہے۔" وہ ان کی اکلوتی اولاد تھی۔ مائیں تو اپنی دس اولادوں پر بھی واری جاتی ہے ان کی تو پھر ایک ہی اولاد تھی۔ انہیں وہ اولاد بے انتہا محبوب تھی۔

دو مہینے گزر چکے تھے۔ گرمیوں کی چھٹیوں کا اختتام ہو چکا تھا۔ ان دو مہینوں میں کہی بھی زایان کا ذکر نہیں تھا۔ مگر وہ پھر بھی ہر جگہ موجود تھا۔

وہ دونوں یونیورسٹی کی کینٹین میں بیٹھی تھی۔ سونی کو حشام آتا ہوا دیکھائی دیا۔ وہ انہی کی طرف آرہا تھا۔ حشام، زایان کا دوست تھا۔

"تم دونوں کو زایان کا کچھ پتہ ہے؟ پچھلے دو مہینوں سے اس کا کسی سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ وہ تو اپنا آخری پیپر دینے بھی نہیں آیا۔"

"ہمیں کیا معلوم، زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا تمہارے دوست کو۔" سونی نے ایسے کہا جیسے کہنا چاہتی ہو "کون زایان"۔

جبین کا ذہن حشام کے لفظوں پر اٹک گیا تھا۔ تو کیا وہ اس دن یونیورسٹی آیا ہی نہیں تھا؟

"ہر وقت تو تم دونوں کہ ساتھ ہی گھوم رہا ہوتا ہے۔۔۔" حشام آگے کچھ کہہ نہیں پایا، سونی نے موقع ہی نہیں دیا۔ "آتا تھا، اب نہیں آئے گا کبھی، ہمارا کوئی واسطہ نہیں اس سے۔

اب جاؤ یہاں سے۔" سونی تو اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی۔

حشام چلا گیا تھا۔ وہ سونی سے لڑنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"سونی تم نے ایک بار زایان کو اس کے گھر ڈراپ کیا تھا تمہیں یاد ہے نا۔ "جبین نے بہت سوچنے کے بعد کہا تھا۔

"ہاں، مگر تم کیوں پوچھ رہی ہوں ؟"سوال پوچھا گیا۔

"ہم ابھی وہاں جارہے ہے۔ "جواب مل چکا تھا۔ سونی سمجھ چکی تھی وہ کیا جاننا چاہتی ہے۔

وہ دونوں اپنی منزل پر پہنچ چکے تھے مگر جب دروازہ کھٹکھٹایا گیا اور سامنے والے نے جو کہا وہ سننے کے لیے جبین تیار نہیں تھی۔

وہ گھر کا ملازم لگ رہا تھا"باجی یہاں اب کوئی زایان بابا نہیں رہتے۔ ان کا تو کسی کو کوئی آتا پتہ نہیں۔ رات کے اندھیرے میں ہی وہ لوگ کہی چلے گئے۔"وہ تو پوری کہانی بتانے کو تیار تھا۔

"ان کے جی رشتہ دار انہیں دھمکانے آتے تھے ہو سکتا ہے اسی وجہ سے وہ کسی کو بھی بتائے بغیر کہی چلے گئے ہیں۔ "وہ تو چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ "شایان بابا کو بھی تو انہی

لوگوں نے قتل کیا تھا اب احمد صاحب اپنے دوسرے بیٹے کو تو نہیں گوا سکتے تھے نا اسی لیے چلے گئے کہی۔ "شاید وہ سانس لینے کو رکا تھا۔

"یہ شایان کون ہے ؟" جبین نے سوال کیا تھا۔

"زایان کا جڑواں بھائی۔ دو سال پہلے وہ انتقال کر گیا تھا۔ " جواب سونی نے دیا تھا۔ جبین سونی کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ جانتی تھی، مگر کیسے ؟

"انتقال نہیں جی، قتل ہوا تھا ان کا۔ جائیداد کا چکر ہے سارا جی۔ "

"اور یہ ساری کہانی تمہیں کیسے معلوم ؟" سونی نے سوال کیا تھا۔

"دس سال ملازم رہا ہوں ان کا۔ " ملازم تو سات دیواروں کے پار سے بھی سب سن لیتے ہیں وہ تو پھر دس سالوں سے ان کے درمیان تھا کیسے نا خبر ہوتی اسے۔

سونی اب جبین کو اس کے گھر ڈراپ کرنے جا رہی تھی۔

" تمہیں زایان کے بھائی کے بارے میں کیسے معلوم ؟" وہ بہت دیر سے یہ پوچھنا چاہ رہی تھی۔

" میں دو مہینے پہلے یہاں آئی تھی جبین۔ " جبین بس اسے دیکھتی رہ گئی۔ ان کی دوستی اس موڑ پر کیسے آ گئی تھی؟ انہوں نے تو ایک دوسرے سے کبھی کچھ نہیں چھپایا تھا۔

سونی نے جبین کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ گاڑی چلانے میں مصروف تھی۔

اس نے ایک بار پھر سے کہنا شروع کیا" مگر اس وقت گھر کے باہر تالا تھا۔ میں نے پڑوسیوں سے پوچھا اور جانتی ہو انہوں نے کسی قتل کا ذکر نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی دشمنی کا۔ وہ مجھے بتا رہے تھے کہ ان کا ارادہ تھا کافی عرصے سے ملک چھوڑنے کا۔ مگر ان کا ملازم تو کوئی اور ہی کہانی سنا رہا ہے۔ ایک نمبر کا جھوٹا ہے۔ "وہ گاڑی چلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

جبین نے کچھ نہیں کہا تھا شاید وہ خفا تھی" جبین میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں بس تم سے اب زایان کا ذکر نہیں کرنا چاہتی کبھی بھی۔ اس دن والی تمہاری حالت میں بھولی نہیں ہوں۔ اس کے لیے میں زایان کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ "

"سونی وہ کسی مصیبت میں بھی تو ہو سکتا ہے؟"یعنی وہ اتنی دیر سے زایان کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

"تم پاگل ہو گئی ہو کیا؟ یہ جائیداد بیچنا،ویزے بنوانا،یہ سب کیا ایک دن میں ہوتا ہے؟ ظاہر ہے وہ سب جانتا تھا اور اگر وہ مصیبت میں تھا تو تمہیں ایک میسج تو کر ہی سکتا تھا نا اکاؤنٹ ڈلیٹ کرنے سے پہلے۔ وہ سب جانتا تھا جبین،وہ جانتا تھا کہ وہ کل نہیں آپائے گا مگر اس نے پھر بھی تمہیں کل آنے کا کہا۔ کیوں؟ کیونکہ وہ اپنے ٹھکرائے جانے کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ ماہ جبین قریشی مرد ذات ایسی ہی ہوتی ہے۔"سونی اسے کڑوا سچ بتا رہی تھی جو جبین کے لیے قبول کرنا مشکل تھا۔ تو کیا وہ جس زایان کو ایک سال سے جانتی تھی اسکا اصل کچھ اور تھا؟

سونی نے پھر سے بولنا شروع کیا"ہم اس کے دوست تھے جبین مگر اس نے ہمیں کبھی دوست نہیں سمجھا۔ وہ کیوں یہ سب چھپاتا رہا ہم سے؟ وہ جو خود کو دکھا رہا تھا اسکا اصل وہ نہیں تھا،اسکا اصل یہ ہے جو اب سامنے آرہا ہے۔ اس کے پڑوسی کچھ کہتے ہے اور اس کا ملازم کچھ۔ اتنا جھول ہے اس سب میں اور تم اب بھی اس کے بارے میں سوچ رہی ہو؟ خدا کے

لیے جبین خود کو ہلکان مت کرو اور بھول جاؤ اس کو۔" سونی کے لیے یہ کہنا آسان تھا۔ بھلا محبت بھی بھلائی جاتی ہے؟

ان دو مہینوں میں اس کا ایک بار بھی بھولے سے بھی کہی ذکر نہیں ہوا تھا اور اب اچانک وہ پھر سے آ گیا تھا۔ وہ جا کر بھی نہیں گیا تھا۔ وہ غمِ حیات تھا، تا حیات رہنے والا تھا۔ اس نے قبول کیا تھا۔

جبین ساری رات اسی بارے میں سوچتی رہی تھی۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ فجر کی اذانیں ہو چکی تھی۔ نماز پڑھنے کی عادت اس کو تھی نہیں۔ مگر آج دل بوجھل تھا اس نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ وہ اب وضو کر رہی تھی۔

نماز پڑھنے کی عادت نہیں تھی اسے لیکن غم میں تو سب سے پہلے اللہ ہی یاد آتا ہے۔ اسے بھی یاد آیا تھا۔ انسان بھی کیا چیز ہے؟ خوشی میں اسے بھول جاتا ہے اور مصیبت پڑتے ہی یاد بھی اسی کو کرتا ہے۔

وہ اب نماز پڑھ رہی تھی۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں گ ئے۔ آنکھوں سے آنسو بہتے چلے گئے۔ زبان کو کوئی حرف یاد نہ رہا۔

وہ جو کب سے خود کو سمجھا رہی تھی کہ وہ فریبی ہے، دھوکے باز ہے، منافق ہے، زبان سے پھر جانے والوں میں سے ہے، انتظار جس کے لیے کرنا بھی گناہ ہے۔

اور اب دل صاف تھا وہاں بس ایک ہی صدا تھی "وہ جہاں بھی ہو، محفوظ ہو۔"

اس نے قرآن پاک کو بہت عقیدت سے تھاما، اسے چوما اور پھر اسے کھولا۔

سورۃ الضحیٰ اس کے سامنے کھلی تھی۔

وہ ترجمہ پڑھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے۔

"قسم ہے چاشت کے وقت کی، اور رات کی جب وہ چھا جائے، تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے، اور یقیناً آخرت تمہارے لیے دنیا سے بہتر ہے، اور تمہارا رب تمہیں ضرور اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا تو پناہ دی؟ اور اس نے تمہیں راستہ نہ جاننے والا پایا تو ہدایت دی؟ اور اس نے تمہیں محتاج پایا تو غنی کر

دیا؟ پس یتیم پر سختی نہ کرو، اور مانگنے والے کو مت جھڑکو، اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرو۔"

یا خدا! اس کا رب اسے دیکھ رہا تھا۔ اس سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ اس سے ناراض نہیں تھا۔ وہ تو اس کے پاس ہی تھا۔ وہ تو کبھی اس سے دور نہیں گیا تھا۔ یہ تو ہم تھے جو اس سے دور ہوئے۔ اس کا رب اسے بتا رہا تھا کہ یہاں کہ خسارے سارے عارضی ہے جو رہ جائے گا وہ بس تمہارے اعمال ہے۔ جو تمہیں آخرت میں سرخ رو کرے گے۔ وہ آنسو اس کے رب کی نعمت ہی تو تھے جو اس کے دل کو ہلکا کر دیتے تھے، اور اس کے ماں باپ، جو اس کو دیکھ کر جیتے تھے۔ وہ آخر کس خسارے پر رو رہی تھی؟ اس کے پاس تو بے شمار نعمتیں تھی۔ آخر یہ دنیاوی خسارے پر کیوں رونا تھا؟

وہ دل جو انسان نے توڑا تھا وہ ہمیشہ رب ہی جوڑتا ہے، اور اللہ نے اس کا دل جوڑ دیا تھا۔

اس نے دل لگا لیا تھا اللہ سے۔ اس نے عشقِ حقیقی کو چن لیا تھا جس میں کوئی خسارہ نہیں تھا۔

اس نے جو چادر اس رات سر پر اوڑھی تھی وہ اب کبھی نہیں اتری۔ اس نے حجاب کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی نمازیں مکمل ہونے لگی تھی۔ اب وہ قرآن کو سمجھنے لگی تھی۔

وہ جو غمِ تاحیات تھا وہ اپنی جگہ موجود تھا۔ مگر عشقِ حقیقی اس درد کی دوا بن گیا تھا۔ وہ رات گہری تھی، اس پر گہرا اثر چھوڑ کر گئی تھی۔

جبین اور سونی کے چار سیمسٹر مکمل ہو چکے تھے۔ ایک بار پھر گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہو چکی تھی۔ اس بار یہ چھٹیاں جبین کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی لانے والی تھی۔

وہ پہلے سے اب بہت بدل گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک اطمینان اور سکون ہر وقت رہتا تھا۔ وہ چاہتی تھی جو اس نے سیکھا وہ لوگوں کو بھی سکھائیں، انہیں اپنے لفظوں سے ہیل کرے اور وہ یہ کرنا جانتی تھی۔

اس کے باپ نے اس کا پورا ساتھ دیا تھا۔ جبین نے اپنا یوٹیوب چینل بنایا اور وہاں ایک وڈیو اپلوڈ کر دی۔ اس وڈیو کا موضوع "Overthinking" تھا۔ اور شاید یہی اس کا مکتوب تھا۔

جبین نے گہرے سبز رنگ کا شفون کا فراک پہن رکھا تھا۔ جو اس کے ٹخنوں سے تھوڑا اوپر آرہا تھا۔ اس کے چوڑی دار بازوں اور چوڑی دار ہی پاجامہ تھا۔ گہرے سبز رنگ کا ہی حجاب کیے وہ ویڈیو رکارڈ کرنے کو تیار تھی۔

اپنے تعارف کے بعد اس نے کہنا شروع کیا تھا "میں یہاں نہ تو اپنی نمائش کرنے بیٹھی ہوں اور نہ ہی اپنے خاندان کو دیکھا کر ویوز بٹورنا چاہتی ہوں۔ میں یہاں اس لیے بیٹھی ہوں کہ اپنے لفظوں کی نمائش کر سکوں۔ کچھ خود سیکھ سکوں، کچھ آپ کو سیکھا سکوں۔ مجھے لگتا ہے اب ہمیں اپنے موضوع کی طرف بڑھنا چاہیے۔" وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی تھی۔ وہ گھبرا گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کیا وہ یہ کر سکتی تھی؟

اس نے ویڈیو روک دی تھی۔ اس کی ہمت ٹوٹ رہی تھی۔ اسے ظفر قریشی کمرے میں آتے ہوئے دیکھائی دیئے۔ وہی تو اس کی ہمت تھے۔ وہ اسے سننے کے لیے آئے تھے۔ اس کا حوصلہ بڑھانے آئے تھے۔

"شروع کرو جبین، میں تمہیں سننا چاہتا ہوں۔ میں اپنی overthinking کو روکنا چاہتا ہوں۔ تو مس ماہ جبین قریشی کیا آپ میری مدد کر سکتی ہے؟" ظفر قریشی اس وقت مریض کی حیثیت سے اس کے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ اسے بتا رہے تھے کہ صرف وہ اکیلے نہیں، بہت سے لوگ اس بیماری کا شکار ہے۔ اگر تم ان کی مدد کر سکتی ہو تو تمہیں کرنی چاہیے۔

اس کی ہمت بندھ چکی تھی۔ اسے سہارا مل چکا تھا۔ وہ اب تیار تھی۔ اس نے پھر سے ویڈیو ریکارڈ کرنا شروع کی تھی۔

"آپ سوچ رہے ہو گے کہ میں تو پورا سبز پودا بن کر بیٹھ گئی ہوں۔ کیا آپ نے سبز رنگ پر غور کیا ہے؟ یہ مثبت ہوتا ہے۔ یہ سکون دیتا ہے۔ یہ رنگ امن کا اعلان کرتا ہے۔ اور

Clubb of Quality Content!

میرے لفظوں کا یہی مقصد ہے۔ آج ہم Overthinking پر بات کریں گے۔

Overthinking یعنی حد سے زیادہ سوچنا، بے جا سوچنا۔ ہر چیز حد میں اچھی لگتی ہے۔

کسی بھی چیز کا حد سے تجاوز کر جانا، سب سے پہلے آپ کی صحت کو متاثر کرتی ہے۔

سوچنا اچھا ہے، مگر حد سے زیادہ سوچنا خطرناک ہے۔ یہ وہ خاموش بیماری ہے جو آپ کو اندر سے کھا جاتی ہے، مگر ہم اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ انسان دنیا سے بھی جاتا ہے اور دین سے بھی۔ آپ سوچ رہے ہو گے کہ یہ میں کیا کہہ رہی ہوں؟ جی میں درست کہہ رہی ہوں۔"

وہ اب پرجوش لگتی تھی۔ "آپ کا دماغ جب ایک سوچ سے آگے نہیں بڑھ پا رہا تو آپ اپنی زندگی میں اور کیا ہی کر سکتے ہے؟ آپ رات بھر بس کسی چیز یا انسان کے بارے میں سوچتے رہے گے تو نیند کیسے پوری ہو گی؟" اسے اپنا رات بھر زایان کے بارے میں سوچنا یاد آیا تھا۔ مگر یہ بات پرانی تھی۔ اب وہ بہتری کی طرف تھی۔

"جب نیند پوری نہیں ہو گی تو دماغ کو آرام نہیں ملے گا۔ آپ توانائی کھو دیں گے۔ کوئی کام ٹھیک سے نہیں ہو گا جس کی وجہ سے آپ کو لگے گا آپ نا کارہ ہے۔ آپ کوئی کام ٹھیک سے نہیں کر سکتے۔ یہاں سے فرسٹریشن شروع ہو جائے گی۔ یہ فرسٹریشن آپ کو چڑ چڑا کر دیں گی۔ بے وجہ کا غصہ آنے لگے گا اور پھر سے نئی سوچیں جنم لے گی۔ اس طرح یہ سائیکل چلتا رہے گا۔

اور جانتے ہے آپ کی سوچیں آپ کو دین سے کیسے دور کرتی ہیں؟ فرض کریں آپ کے ذہن میں دین کے متعلق کوئی سوچ، خیال یا سوال جنم لیتا ہے۔ اگر آپ overthinker ہے تو آپ سوچتے چلے جائیں گیں۔ یہ سوچیں آپ کو گمراہی کی طرف لے کر جا سکتی ہے۔ آپ کے ذہن میں ایسے سوال ابھرنے لگے گے جو آپ کو اللہ سے دور لے جا سکتے ہیں۔ منفی سوچیں یا حد سے زیادہ سوچنا آپ کو مایوس کر دیتا ہے اور مایوسی کفر ہے۔ اب آپ سمجھ گئے ہو گے کہ کس طرح یہ Overthinking انسان کو اسلام سے بھی دور لے جاتی ہے۔"

اس کا گلا خشک ہو رہا تھا۔ اس نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔ اب اس کا گلا تر تھا۔

اس نے ایک بار پھر سے بولنا شروع کیا" جب ہمارے جسم کا کوئی بھی حصہ بیمار ہوتا ہے تو ہم اس کا علاج کرواتے ہیں۔ مگر جب باری دماغ کی آتی ہے تو ہم اسے ہمیشہ اگنور کیوں کر دیتے ہیں؟ اس لیے کہ لوگ آپ کو پاگل نہ کہیں؟ دماغ کا ذکر آتے ہی ہمارے ذہن میں سب سے پہلا اور آخری خیال صرف یہی کیوں ہوتا ہے، پاگل؟" وہ سانس لینے کو رکی تھی۔

" آپ کا دماغ آپ کو اشارے دیتا ہے کہ وہ بیمار ہے اس کا علاج کروایا جائے۔ مگر ہم اس کو اگنور کر دیتے ہیں صرف یہ خیال جھٹکنے کے لیے کہ ہم پاگل نہیں ہیں۔ کوئی آپ کو پاگل نہ سمجھے۔

آپ واقع پاگل نہیں ہوتے مگر جب آپ ان اشاروں کو مسلسل اگنور کرتے رہتے ہیں تو حالات بگڑ جاتے ہیں۔ آپ کا دماغ کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور پھر وہ آپ کو اگنور کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور پھر آپ کا جسم، دماغ سے رابطہ نہیں کر پاتا۔ اور اس طرح آپ خود کو خود ہی پاگل کر دیتے ہیں۔ تو اس سب میں قصوروار کون ہوا؟" وہ سوال کر رہی تھی۔

Clubb of Quality Content!

"آپ۔" اور اس نے جواب بھی دے دیا تھا۔

"آپ خود اپنے ساتھ ظالم بنتے ہیں۔ کیا آپ کا دماغ بیمار نہیں ہو سکتا؟ کیا اسے آرام کی ضرورت نہیں؟ سب سے پہلے تو آپ کو جاننے کی ضرورت ہے کہ آپ کیوں ہر وقت سوچتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بیمار اتنی بڑھ چکی ہے کہ یہ آپ اب اس پر قابو نہیں پا سکتے تو خدا کے لیے اپنے ساتھ اور ظالم نہ بنے اور کسی اچھے سائیکاٹرسٹ سے رجوع کریں۔"

وہ کب سے بولتی جا رہی تھی۔ ویڈیو کافی لمبی ہو رہی تھی۔ اس موضوع پر بحث اس اب روک دینی چاہیے تھی۔ اگر لوگ اسے سننا ہی نہیں چاہتے ہو گے تو پھر؟ وہ اب آگے تب ہی ریکارڈ کرے گی جب لوگ اسے سننا چاہتے ہو گے۔ اگر کوئی ایک انسان بھی اسے سننا چاہتا ہو گا تو وہ بولیں گی۔

"اگر آپ کو لگتا ہے میرے الفاظ آپ کو Heal کر سکتے ہیں تو میں یہ Healing کا سفر جاری رکھوں گی۔ فلحال کے لیے اتنا کافی ہیں۔" وہ ویڈیو ریکارڈ ہو چکی تھی۔ وہ بہت دیر سے بول رہی تھی۔

ظفر قریشی اس کے خاموش ہونے پر تالیاں بجانے لگے۔ وہ اسے داد پیش کر رہے تھے۔
وہ اسے گلے لگا کر اس کا ماتھا چوم رہے تھے۔

چند دنوں میں لاکھوں لوگوں نے وہ وڈیو دیکھ لی تھی اور لوگ اسے مزید سننا چاہتے تھے۔

اور وہ بھی لوگوں سے اپنی کہنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے لفظوں کو ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی بس اسی لیے اس نے یوٹیوب کا انتخاب کیا تھا۔ اور چند ماہ میں لوگ اسے جاننے لگے تھے۔ کم از کم وہ اپنے ملک میں شہرت حاصل کر چکی تھی۔

اسے انٹرویوز کے لیے کالز آنے لگی۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر اس کے باپ نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ اسے آگے بڑھنے دیا۔ اور یہ وہی وقت تھا جب ماہ جبین قریشی کو مکتوب صحیح معنوں میں سمجھ آیا تھا۔ آج اسے کوئی افسوس نہیں تھا ڈاکٹر نہ بننے کا۔ بے شک اللہ جو لکھتا ہے بہترین لکھتا ہے۔

ایک سال میں وہ مختلف چینلز پر انٹرویوز کے لیے مدعو کی جا چکی تھی۔ مختلف اداروں میں اسے مہمان خصوصی کے طور پر بلایا جانے لگا۔

اس کی گریجویشن مکمل ہوئی تھی اور اس کے لیے یہ اعزاز کی بات تھی کہ وہ اپنی ہی کنووکیشن پر مہمان خصوصی کے طور پر مدعو تھی۔

آج وہ انیس ملکوں کا دورہ کر چکی تھی۔ بیسواں ملک لندن تھا جہاں وہ دوسری مرتبہ مدعو تھی۔ اور اس بار جو ہوا تھا اس سے آپ سب بخوبی واقف ہے۔

حال (آٹھ سال بعد)

موسم آج بھی خراب ہی تھا۔ یعنی کچھ دن اسے لندن میں اب رکنا ہی تھا۔

جبین گاڑی یونہی سڑکوں پر دوڑاتی رہی۔ سگنل پر اس کی گاڑی رکی تھی۔ اس نے اپنی نظریں ادھر ادھر دوڑائی، جبین کی نظر ایک بوڑھی عورت پر پڑیں جو لگ بھگ پچاس پچپن کے قریب کی تھیں۔ ان کا چہرہ اور حلیہ بتا رہا تھا کہ وہ پاکستانی عورت ہے۔

وہ عورت اچانک بے ہوش ہو گئی۔ جبین جلدی سے گاڑی سے نکلی، اس عورت کو گاڑی میں بٹھایا اور ہسپتال لے آئی۔

انہیں شوگر تھیں اور دوائی وقت پر نہ کھانے کی وجہ سے ان کی شوگر بہت لو ہو گئی تھیں۔

اب وہ عورت پہلے سے بہتر تھیں۔

"آپ مجھے اپنے گھر کا اڈریس بتا دیں میں آپ کو چھوڑ آؤ گی۔" اس کے لہجے میں اپنائیت تھی وہ عورت اس کی ماں کی عمر کی تھیں۔

"میری وجہ سے تمہیں تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے اس کے لیے معذرت بیٹا۔" وہ بہت شفیق عورت معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ اپنا موبائل ساتھ نہیں لائی تھیں اور نہ انہیں گھر کے کسی فرد کا نمبر یاد تھا۔ ٹیپیکل پاکستانی مائیں۔

جبین اب انہیں ان کے فلیٹ لے آئی تھیں۔ وہ علاقہ لندن کے مہنگے علاقوں میں سے ایک تھا۔ اس سادہ عورت کو دیکھ کر کوئی کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ لندن کے اس علاقے میں رہتی ہو گیں۔ وہ خاتون اسے اندر آنے کی دعوت دے رہی تھیں۔ وہ انکار نہ کر پائی۔ ماؤں کو انکار نہیں کیا جاتا۔

اور سامنے لگی تصویر کو دیکھ کر وہ وہی رک گئی۔ اس تصویر میں تین لوگ مسکرا رہے تھے۔ جس میں دو مرد اور ایک وہ عورت تھیں۔ اسے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی وہ بلاشبہ زایان کے والدین تھے اور یہ فلیٹ بھی اسی کا تھا۔

اس نے بہت مشکل سے قدم آگے بڑھائے تھے۔ اب وہ صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ چہرہ پہلے سے بدل گیا تھا۔ اسے اب یہاں گھٹن ہو رہی تھی۔ وہ بس جلدی سے یہاں سے جانا چاہتی تھی۔

میز پر ایک ڈائری پڑی تھی جسے وہ نفیس عورت اب اٹھا رہی تھیں۔

"زایان کبھی نہیں سدھر سکتا ہر جگہ چیزیں پھیلا دیتا ہے۔" انہیں آرام کی ضرورت تھی مگر وہ عورت تو کام کرنے سے بعض نہیں آ رہی تھیں۔ ٹیپیکل پاکستانی مائیں۔

" آپ یہ مجھے پکڑا دیں اسے میں رکھ دیتی ہوں اور آپ پلیز آرام کریں، مہمان نوازی میں خود کو ہلکان مت کریں۔ چلیں شاباش بیٹھیں یہاں آرام سے۔" جبین نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں صوفے پر بیٹھایا تھا اور ان سے پوچھ کر کہ ڈائری کس کمرے میں رکھنی ہے، وہ اب

ڈائری رکھنے جا رہی تھی۔ اور شیلا احمد اس میں اپنی بہو تلاش کر رہی تھی۔ ٹپیکل پاکستانی مائیں۔

وہ اب زایان کے کمرے میں موجود تھی۔ یونیورسٹی میں ایک بار اس نے زایان کے بیگ میں یہی ڈائری دیکھی تھی۔ اس کے پوچھنے پر زایان نے اسے بتایا تھا کہ اسے ڈائری لکھنے کی عادت ہے۔ بوک رینک میں اس جیسی دو اور ڈائریاں بھی پڑی تھی۔

اس نے اپنے ہاتھ والی ڈائری دیکھی، اس پر آج سے نو سال پہلے کی تاریخ درج تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی تاریخ نہیں تھی یعنی وہ یہ ڈائری ابھی بھی لکھتا تھا۔ اس نے کسی سوچ کے تحت وہ ڈائری اپنے لونگ کوٹ کی جیب میں رکھ لی۔ وہ پوری طرح چھپ گئی تھی۔

وہ باہر آئی تو زایان اپنی ماں کے پاس بیٹھا تھا اور انہیں اکیلے گھر سے نہ نکلنے کی تاکید کر رہا تھا۔

"یہی بچی مجھے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی تھی اور پھر گھر بھی لے کر آئی۔ بہت پیاری بچی ہے۔" جبین کے باہر آتے ہی اس کی ماں زایان کو بتانے لگ گئی تھیں۔ زایان نے رخ موڑ کر اس کی طرف دیکھا تو وہ بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ ماہی تھی۔ اس کی ماہی۔

"دیکھو ذرا میں نے تو تمہارا نام بھی نہیں پوچھا، بیٹا کیا نام ہے تمہارا؟" انہوں نے بڑی محبت سے پوچھا تھا۔

"ماہی۔۔" جواب زایان کی طرف سے آیا تھا جواب کھڑا ہو چکا تھا اور اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جبین کا وہاں رکنا اب مشکل ہو گیا تھا۔ ہوا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی تھی۔

"تم جانتے ہو اسے؟" زایان کی ماں نے زایان سے سوال کیا تھا۔ مگر وہ تو کسی اور ہی دنیا میں تھا۔

جبین اب جا رہی تھی۔ وہ جانے کے لیے ہی آئی تھی۔ زایان اسے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ وہ ہمیشہ چلی جاتی تھی۔ وہ رکتی کیوں نہیں تھی؟ دل نے استفسار کیا۔

"کیا یہ وہی لڑکی ہے؟" یعنی اس کی ماں جانتی تھی۔ زایان نے بس اثبات میں سر ہلایا تھا۔

زایان اس کی طرف بھاگا تھا۔ وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ وہ اسے بار بار جاتے ہوئے دیکھ کر تھک چکا تھا۔

"ماہی۔۔"وہ گاڑی میں بیٹھنے ہی والی تھی، اس کی پکار پر وہ ٹھہر گئی۔

"کیا ہم بیٹھ کر بات نہیں کر سکتے۔ پلیز ماہی۔"وہ التجا کر رہا تھا۔

"میں فریبی اور دھوکے باز لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھتی۔"اس نے لاپرواہی سے کہا تھا۔ وہ تو اس سے بھی سخت الفاظ کہہ دینا چاہتی تھی۔

"تم نے خود سے ہی فیصلہ کر کے مجھے مجرم ٹھہرا دیا۔"اسے تکلیف ہوئی تھی۔

ماہ جبین قریشی سے اب مزید برداشت نہیں ہو رہا تھا۔" تو کیا تم مجرم نہیں ہو بتاؤ مجھے۔ اپنی زبان سے نہیں پھرے تم کیا؟ کیوں انتظار کروایا اس دن مجھ سے جب تم نے آنا ہی نہیں تھا۔"وہ یہ نہیں کہہ سکی کہ وہ پچھلے آٹھ سالوں سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔" تمہارے گھر تک گئی تھی زایان اور جو سنا تو معلوم ہوا ہم جس زایان کو جانتے تھے وہ تو کوئی اور ہی تھا، جھوٹے اور مکار ہو تم۔"غصے سے اسکا سانس پھول گیا تھا۔

"ماہ جبین نے آج تک اپنی پوری زندگی میں کسی کا انتظار نہیں کیا مگر میں نے تمہارا انتظار کیا کیوں کہ مجھے تم پر اعتبار تھا زایان۔"زایان نے آج آٹھ سال بعد اس کے منہ سے اپنا نام سنا تھا۔"تم نے جاتے جاتے میرا اعتبار بھی توڑ دیا زایان۔ تم نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی تھی۔ جو انتظار نہیں کرتا وہ محبت بھی نہیں کر سکتا۔"اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھری تھی۔ اسے رونا نہیں تھا۔ وہ مظبوط تھی۔

ماہی گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے رک گئی جب زایان نے کہا"ان آٹھ سالوں میں تمہارے انتظار کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا۔"ہر چیز کی آواز رک گئی تھی، ہوا بھی ساکن تھی، پرندے بھی سانس روکے سن رہے تھے۔

ماہی نے چند لمحوں کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس نے نظریں پھیر لی۔ اس کی آنکھوں میں شدید کرب تھا وہ کسی دھوکے باز کی آنکھیں نہیں لگتی تھی۔

Clubb of Quality Content!

ماہی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ وہ اس شخص سے دور چلی جانا چاہتی تھی۔ اگر وہ اس دن آنہیں سکا تھا تو رابطہ تو کرتا کچھ تو بتاتا مگر وہ تو ایسے غائب ہوا تھا جیسے کوئی زایان مصطفیٰ وجود رکھتا ہی نہیں تھا۔

"خدا کے لیے جبین فون اٹھالیا کرو۔ کہاں چلی گئی تھی تم؟" اگر اس کی ایک ماں پاکستان میں تھی تو دوسری کو وہ اپنے ساتھ لائی تھی۔

مگر جبین اس کی طرف دھیان نہیں دے رہی تھی اس نے ڈائری میز پر رکھی اور کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔

سونی کی نظر ڈائری پر پڑی۔ وہ کافی پرانی لگ رہی تھی۔ اس نے ذرا کی ذرا ڈائری کھول کر دیکھی اور وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کس کی تھی۔

جبین کپڑے تبدیل کر چکی تھی۔ اب سر پر کوئی حجاب نہیں تھا بال کھلے کمر پر جھول رہے تھے، اس کے بال بھی اس کی آنکھوں کی طرح سیاہ تھے۔ وہ گھنے تھے شاید وہ اپنے بالوں کا کافی خیال رکھتی تھی۔

"تم زایان کے گھر گئی تھی کیا؟ یہ تمہیں کہاں سے ملی ہے؟ جبین تم کیا کرنے والی ہو؟" وہ تو سوال پہ سوال پوچھے جا رہی تھی۔ اپنی عادت سے مجبور تھی۔

"سچ جاننا چاہتی ہوں میں اور کچھ نہیں کر رہی۔ مجھے یقین ہے مکتوب پر سونی، وہ یوں اتنے سالوں بعد میرے سامنے بس یونہی نہیں آیا۔ مکتوب میں ضرور کچھ لکھا ہے۔ اور میں وہ جاننا چاہتی ہوں۔" یعنی وہ اسے موقع دے رہی تھی۔ یعنی محبت آج بھی زندہ تھی اور ویسا ہی اثر رکھتی تھی۔

"تمہیں اس سے محبت آج بھی ہے اور تم یہ سب بس اس کی محبت میں کر رہی ہو۔" سونی نے سچ اس کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اور اب وقت تھا کہ اس سچ کو قبول کیا جائے۔

"ہاں، مجھے اس سے محبت ہے اور اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ دل کے معاملوں میں انسان کی نہیں چلتی۔ "اس نے اعتراف کیا تھا۔

"میں نہیں چاہتی جبین کہ تم ایک بار پھر ٹوٹ جاؤ۔ کیا تم بھول گئی ہوں اپنی وہ کیفیت؟" سونی کو اس کی فکر تھی۔

"میں تھک گئی ہوں سونی اس سب سے اب۔ میں ہمیشہ سے مکمل طور پر یہ قبول ہی نہیں کر پائی کہ وہ دھوکے باز ہے اور اس چیز نے مجھے تھکا دیا ہے۔ میں اب اس کشمکش سے نکلنا چاہتی ہوں۔ اگر وہ واقع بے وفا اور دھوکے باز نکلا تو میں پاکستان واپس جا کر بابا کی پسند سے شادی کر لوں گی۔ اب اور اس کا انتظار نہیں کروں گی۔ "تو بالآخر آج اس نے قبول کیا تھا کہ وہ زایان مصطفیٰ کا پچھلے آٹھ سال سے انتظار کر رہی تھی۔

"میں دعا کرتی ہوں کہ اب اللہ تمہیں کسی آزمائش میں نہ ڈالے وہ بس تمہارے لیے بہترین کو چن لے۔ "سونی نے اتنا کہا ہی تھا کہ اسے حشام کی کال آنے لگی تھی۔

گریجویشن مکمل ہوتے ہی حشام نے سونی کو پرپوز کر دیا تھا اور اس نے شادی کے لیے ہامی بھر لی تھی۔ سونی کو پڑھائی لکھائی سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اور نہ اس کو کوئی نوکری کرنی تھی۔ اسے اچھے انسان کا ساتھ مل رہا تھا سو اس نے فوراً قبول کر لیا۔

ان کی شادی کو پانچ سال ہونے کو تھے مگر وہ اولاد سے محروم تھے۔ حشام نے آج تک اسے بے اولادی کا طعنہ نہیں دیا تھا۔ حشام کی ماں اسے دوسری شادی کے لیے مجبور کرتی رہی تھی مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ "اگر اللہ نے میرے نصیب میں اولاد لکھی ہو گی تو وہ سونی کے نصیب سے ہی ہو گی۔"

اب سونی اور حشام کی باتیں آدھی رات تک چلنے والی تھی۔ جبین کو اس پر رشک آتا تھا۔

جبین بیڈ پر لیٹنے کے انداز میں بیٹھ گئی تھی۔ اب اسے حقیقت جاننی تھی۔

اس نے ڈائری کھولی اور پڑھنی شروع کی۔ وہ ان کی پہلی ملاقات سے شروع ہو رہی تھی۔

"میں اس کی آنکھوں میں قید ہو گیا ہوں۔ میں نے بہت کوشش کی اس کا خیال جھٹکنے کی مگر میں ناکام رہا۔ میں ان آنکھوں کو روز دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا ایسا ممکن ہو گا؟

آٹھ سال پہلے

وہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ روکنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔ زایان کو معلوم نہیں تھا، آج کے بعد وہ اسے دیکھنے والا نہیں تھا۔

رات کے نو بج رہے تھے۔ زایان سوچ میں گم تھا۔ اچانک اس کے والد مصطفیٰ احمد کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھائی دیئے۔ وہ پریشان لگ رہے تھے۔

"زایان فوراً سے اپنا سارا سامان پیک کر لو۔ تمہاری جو بھی ضروت کی چیزیں ہے وہ سب رکھ لو۔ ہم کچھ دیر میں پاکستان چھوڑ کر جا رہے ہیں ہمیشہ کے لیے۔" اسے لگا اسے سننے میں غلطی ہو گئی ہے۔

"بابا آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ صبح میرا ایگزیم (Exam) ہے۔" وہ یہ نہیں کہہ سکا کہ اس نے کسی سے انتظار کا وعدہ کیا ہے۔

"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا زایان۔ میں نے شایان کو کھو دیا اب تمہیں نہیں۔ ہمیں یہاں سے جانا ہے۔ ہر صورت میں۔ تم سمجھ رہے ہو نا زایان۔" وہ ایک خوفزدہ باپ کا چہرہ تھا جو

اپنی ایک اولاد کو کھو چکا تھے اور اب وہ دوسری اولاد کو نہیں کھو سکتے تھے۔ زایان کے پاس اب اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

زایان نے انسٹاگرام کھولا وہ جبین کو میسج کرنا چاہتا تھا۔ مگر باپ نے فوراً سے موبائل پکڑ لیا "میں نہیں چاہتا زایان، وہ کسی بھی طرح ہم تک پہنچے۔ میں جانتا ہوں وہ زمین لے کر بھی نہیں ہمارا پیچھا چھوڑے گے۔ تم بھول جاؤ کہ تمہارا اس ملک میں کسی سے بھی کوئی رابطہ تھا۔ سب کچھ یہی چھوڑ دو زایان۔ اپنے یہ اکاؤنٹس سب ڈلیٹ کرو، ابھی اسی وقت۔" وہ بس التجا کر رہے تھے۔

زایان نے باپ کا چہرہ دیکھا۔ وقت کے ستم نے انہیں جلد بوڑھا کر دیا تھا۔ زایان کے چچا اور ان کے بیٹے ان کی ہائی وے کے پاس والی زمین کو ہتھیانا چاہتے تھے اور اسی کے لیے انہوں نے شایان کا قتل کروا دیا تاکہ مصطفیٰ احمد خوف سے وہ زمین ان کے نام کر دے مگر ایسا نہ ہو سکا اور اب وہ زایان کے پیچھے پڑے تھے۔ ایک بیٹے کو مرتے دیکھ لیا تھا اب وہ دوسرے بیٹے کو مرتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

زایان نے سارے اکاؤنٹس ڈلیٹ کر دیے تھے۔ دل پر بوجھ بڑھ گیا تھا۔

مصطفیٰ احمد نے خفیہ طریقے سے اپنی ہائی وے والی زمین بیچ دی تھی اور اپنی تمام جائیداد بیچ کر وہ ہمیشہ کے لیے لندن جا رہے تھے۔ وہ جانتے تھے جب ان کے بھائی کو معلوم ہو گا کہ وہ زمین بک چکی ہے تو وہ زایان کے خون کے پیاسے بن جائے گے۔ اس لیے بہتر یہی تھا کہ اپنا ملک چھوڑ دیا جائے۔

دو مہینے گزر چکے تھے۔ زایان کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ اسے ہر روز یاد آتی تھی۔ وہ ان آنکھوں کو کیسے بھول سکتا تھا؟ وہ بہت بار خواب میں اسے دیکھ چکا تھا اور وہ جب بھی خواب میں ان آنکھوں کو دیکھتا تو وہاں صرف نفرت ہوتی تھی۔ آج پھر اس نے وہی خواب دیکھا تھا، مگر آج وہ آنکھیں رو رہی تھی۔ وہاں سوال تھے، شکایتیں تھی۔ اس نے کچھ اور بھی دیکھا تھا۔

ان آنکھوں میں محبت تھی۔

اس نے دیکھا تھا کہ وہ اس کے لیے دعا کر رہی تھی۔ اس کی حفاظت کی دعا۔

اس کا دل بوجھل ہوا۔ فجر کا وقت تھا۔ اس نے جائے نماز بچھائی اور نماز پڑھنی شروع کی۔ وہ پاکستان میں روز باقاعدگی سے نماز پڑھتا تھا مگر جب سے وہ لندن آیا تھا۔ اس نے نماز پڑھنی چھوڑ دی تھی۔ شاید وہ اللہ سے شکوہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ بھول گیا تھا کہ سکون تو اسی میں تھا۔

وہ سجدہ کر رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ اس کے دل سے مایوسی کے بادل چھٹنے لگے تھے۔ اس نے اب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔ زایان نے بس ماہی کے لیے خوشیاں مانگی تھی۔

اس نے بے حد محبت سے قرآن پاک کو تھاما اور پھر اسے پڑھنے کے لیے کھولا۔ ہوا سے ورق پلٹا تھا۔ سامنے سورۃ الضحیٰ کھل چکی تھی۔ وہ اب ترجمہ پڑھ رہا تھا۔

"قسم ہے چاشت کے وقت کی، اور رات کی جب وہ چھا جائے، تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے، اور یقیناً آخرت تمہارے لیے دنیا سے بہتر ہے، اور تمہارا رب تمہیں ضرور اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا تو پناہ دی؟

اور اس نے تمہیں راستہ نہ جاننے والا پایا تو ہدایت دی؟ اور اس نے تمہیں محتاج پایا تو غنی کر دیا؟ پس یتیم پر سختی نہ کرو، اور مانگنے والے کو مت جھڑکو، اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرو۔"

اس کا رب اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے سن رہا تھا۔ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا۔

آنسو اور روانی سے بہنے لگے۔ اس کا پروردگار تو اس کے ساتھ تھا وہ تو اس سے ناراض نہیں تھا۔ اس نے اللہ سے شکوہ کیا تھا اور اللہ پھر بھی اس کا ہاتھ تھامے ہوا تھا۔ بے شک وہ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا تھا۔ اسے اپنے انعام کا صبر سے انتظار کرنا تھا۔

اس رات نے اس میں بہت کچھ بدلا تھا۔ وہ اب صبر کرنے لگا تھا۔ اس کا انتظار اگر مکتوب میں تھا تو اس کا انتظار کرے گا، تاقیامت کرے گا۔

اس نے لندن میں دوبارہ لا پڑھنا شروع کر دیا تھا اسے بہترین وکیل بننا تھا۔ وہ اب پہلے سے زیادہ محنت کرنے لگا تھا۔ اس کے والد کے پاس جائیداد بیچنے کے بعد ایک اچھی رقم

موجود تھی۔ انہوں نے وہاں ایک سٹور خرید لیا۔ ان کی ساری رقم اس سٹور پر لگ گئی تھی۔ وہ کرائے کے فلیٹ پر رہنے لگے تھے۔ یہ وہ فلیٹ نہیں تھا جو آپ نے حال میں دیکھا تھا۔

زایان یوٹیوب پر کچھ ویڈیوز دیکھ رہا تھا۔ اس کی سکرول کرتی انگلیاں ایک چہرے پر رک گئی۔ وہ وہی تھی۔ وہ ماہ جبین قریشی تھی۔ اس کی ماہی۔ وہ ایک سال بعد اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آواز اسے زندگی بخش رہی تھی۔ وہ خزاں میں بہار کا کام کر رہی تھی۔ وہ سبز رنگ کے لباس میں واقع بہار لگ رہی تھی۔

اس نے نہ جانے کتنی بار وہ ویڈیو دیکھی، وہ گنتی بھول گیا تھا۔

اب وہ بے تابی سے ہر روز نئی ویڈیو کا انتظار کرتا رہتا تھا۔ کہاں وہ اسے دیکھنے کے لیے ترس گیا تھا اور اب وہ اسے صرف دیکھ نہیں بلکہ سن بھی سکتا تھا۔

اس کے لیے یہ انعام تھا۔ اس نے شکر ادا کیا تھا۔

وقت گزرتا جارہا تھا۔اس کی ڈگری مکمل ہوئی تھی۔وہ پچھلے ایک سال سے ایک لا فرم میں کام کر رہا تھا۔وہاں وہ کام سیکھ رہا تھا۔کیس کی سنوائی، کروس ایگزامینیشن،وہ ہر چیز کو غور سے سنتا،غور سے دیکھتا۔وہ بطور پیرالیگل,ایک سینئر وکیل کے ساتھ کام کر رہا تھا۔

اس نے یونیورسٹی میں ٹاپ کیا تھا۔اسے مختلف لا فرمز سے آفر آنے لگی تھی۔

اس سے پہلے اس سونے کی چڑیا کو کوئی اور لے اڑتا،سیباسچن تھورن(Sebestian Thorn)،

جو کہ لندن کے جانے مانے بیرسٹر تھے،اسے اپنی لا فرم تھورن اینڈ بلیک ویل ایل ایل پی(Thorne and Blackwell LLP)میں پریکٹس کرنے کا موقع دیا۔وہ کوئی عام فرم نہیں تھی،وہاں ایک سے بڑھ کر ایک بڑا وکیل تھا۔وہاں کام کرنا ہر وکیل کا خواب تھا۔وہ نہ جانے کتنوں کا خواب جی رہا تھا۔جو صبر رکھتے ہیں اور اللہ پر یقینِ کامل رکھتے ہیں انہیں اللہ ایسی ہی کامیابیوں سے نوازتا ہے۔

ایک سال تک وہ بطور اسسٹنٹ وکیل وہاں پریکٹس کرتا رہا۔اس نے خود کو وہاں منوالیا تھا۔اب وہ ایک وکیل کی نمائندگی کر رہا تھا۔اسے کیس سونپے جانے لگے۔اور اس نے ثابت کیا کہ وہ بہترین انتخاب تھا۔

ان تین سالوں میں کامیابیاں اس کے قدم چوم رہی تھی۔اسے ایک ہائی پروفائل کیس سونپا گیا جسے جیتنا اس کی زندگی کو بالکل بدلنے والا تھا اور وہی ہوا تھا۔

وہ کیس جیت گیا تھا۔اسے لندن کے مہنگے علاقوں میں سے ایک میں فلیٹ بطور تحفہ، فرم کی طرف سے ملا تھا۔سیبا سچن کو اپنے انتخاب پر فخر تھا۔

اسے اپنی ہر کامیابی پر سب سے زیادہ وہی یاد آتی تھی۔وہ بھولتی ہی کب تھی۔

اسے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی معلوم ہوا تھا کہ ماہ جبین قریشی لندن آرہی تھی۔اسے کسی سیمینار میں بطور مہمانِ خصوصی مدعو کیا گیا تھا۔

کیا وہ اسے اتنے سالوں بعد اپنے سامنے دیکھنے والا تھا؟ کیا وہ خود کو سنبھال پائے گا؟

وہ سیمینار ہال کی طرف جا رہا تھا۔ وہ سیمینار ہال کے باہر کھڑا تھا۔ اس کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔ وہ کتنا خوبصورت بولتی تھی۔ اندر جانے کے لیے ہمت چاہیے تھی اور اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔ وہ اسکا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ یقیناً اس پر اعتبار نہیں کرتی ہو گی سو وہ بھلا اس پر کیوں یقین کرے گی؟ مگر دل نے ایک خواہش کی، اسے دیکھنے کی خواہش۔

وہ ان آنکھوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ دروازے کی اوٹ میں چھپ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ دم سادھے، ہر چیز کو فراموش کئے، وہ بس اسے دیکھ رہا تھا، اسے سن رہا تھا۔ وہ بس اسے دیکھتا رہنا چاہتا تھا۔ کاش! وقت تھم جائے۔ وہ دو کامیاب انسان محبت کے مارے تھے۔

سیمینار ختم ہو چکا تھا وہ گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ اس کی گاڑی جانے کے لیے تیار تھی۔ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دل کو کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ اپنے محبوب کو جاتا دیکھنا، جان نکلنے کے برابر تھا۔ اس کی جان تو کئی بار نکلی تھی۔ اس کے حصے میں بس ہجر کی راتیں تھی۔

ایک سال بعد وہ پھر لندن آئی تھی۔ اب وہ خود کو روکنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اب اسے جانے نہیں دے گا۔ اسے اس غمِ حیات سے نجات چاہیے تھی۔ اب جو لندن میں ہوا تھا اس سے آپ سب واقف ہے۔ کہانی کو اب حال میں لے کر چلتے ہے۔

وہ ڈائری پڑھ چکی تھی۔ وہ خود کو رونے سے روک نہیں پائی تھی۔ وہ شخص ایسا کیوں تھا؟ خود کو برا بنا کر کہانی سے کیوں نکل رہا تھا وہ؟

کیا وہ ایک بار اسے سب بتا نہیں سکتا تھا۔ اسے بتانا چاہیے تھا۔ وہ اپنے غم بانٹتا کیوں نہیں تھا؟ وہ اس سے کوئی شکوہ کیوں نہیں کرتا تھا؟

وہ روتی جا رہی تھی۔ اس نے آنسو صاف کیے، خود کو سنبھالا، منہ ہاتھ دھو کر وہ سونی کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔ سونی نے دروازہ کھولا۔ جبین نے ڈائری اس کی طرف بڑھائی۔ سونی نے تھام لی۔ جبین کا چہرہ سونی کو ساری کہانی سنا رہا تھا۔ اسے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

صبح ہو چکی تھی۔ یہ نئی صبح ان کی زندگیوں کو ایک بار پھر سے بدلنے والی تھی۔

سونی اور جبین آمنے سامنے بیٹھی تھی۔

"یہ تو loyal نکلا جبین۔" سونی پر تو بس حیرت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

"میں اس کی فرم جا رہی ہوں۔" اس نے اعلان کیا۔

"تھپڑ نہ دے مارنا اس کے منہ پر۔" اس نے پیچھے سے پکارا تھا۔

تھوڑی دیر میں وہ اس کی فرم کے باہر تھی۔ اس نے سلک کا آسمانی رنگ کا فراک پہن رکھا تھا جو ٹخنوں کو چھو رہا تھا۔ سر پر اسی رنگ کا حجاب سجا رکھا تھا۔ پیروں میں سفید ہیلز تھی۔ وہ واقع میں بہت حسین لگ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ میں ڈائری پکڑ رکھی تھی۔

وہ ریسیپشنسٹ(Receptionist)کے پاس آئی۔ "کیا آپ مجھے بتا سکتی ہے،بیریسٹر زایان مصطفیٰ کا آفس کس طرف ہے؟"اس نے پوچھا۔

"کیا آپ کے پاس اپائنٹمنٹ(Appointment)ہے؟"وہ یقیناً اسے نہیں جانتی تھی۔

"ان کی بہت قیمتی چیز میرے پاس ہے۔ آپ انہیں کال کر کے بتا دیں۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔ "پر خلوص اور نرم لہجہ۔

وہ کال کر رہی تھی۔ کال ریسیو کر لی گئی تھی۔ "سر ایک محترمہ آپ کی کوئی قیمتی چیز لوٹانے آئی ہے۔ وہ آپ کا انتظار کر رہی ہے۔"دوسری طرف سے نام پوچھا گیا"وہ نام نہیں بتا رہی۔ انہوں نے حجاب لے رکھا ہے۔"کال کٹ گئی تھی۔

اگر ہم زایان کے آفس کی طرف آئے تو وہ وہاں ششدر بیٹھا تھا۔ کیا واقع وہ آئی تھی؟ اس نے خود سے سوال کیا۔

اب وہ راہداری کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چند قدموں کا فاصلہ صدیوں جیسا معلوم ہو رہا تھا۔

وہ سامنے صوفے پر براجمان تھی۔ ہلکے آسمانی رنگ میں وہ اسے کسی پری کی مانند لگی تھی۔

وہ خزاں میں بہار کی طرح آئی تھی۔

جبین نے اس کی طرف دیکھا اور اسے معلوم ہوا کے اس کے کپڑوں کا رنگ، اس کی آنکھوں جیسا تھا۔ ان آنکھوں میں دیکھنا ہمیشہ مشکل رہا تھا۔ آج بھی مشکل تھا۔ ان آنکھوں میں تو صرف محبت تھی، انتظار تھا۔

اس نے ڈائری اس کی طرف بڑھائی۔ تو کیا وہ سب پڑھ چکی تھی؟

"کل بارہ بجے میری فلائٹ ہے میں جا رہی ہوں۔ "زایان یہ سننے کے لیے تو یہاں نہیں آیا تھا۔ کیا اسے ایک بار پھر وہ جاتے ہوئے دیکھے گا؟

وہ یہ کہہ کر رکی نہیں تھی وہ چلی گئی تھی۔ وہ رکتی ہی کب تھی۔ اپنی کہہ کر وہ ہمیشہ چلی جاتی تھی۔

سونی اور جبین ائیر پورٹ پر تھے۔ ان کے سامان کی چیکنگ ہو رہی تھی۔ سونی کو زایان آتا ہوا دیکھائی دیا۔ جبین بھی اسی طرف دیکھ رہی تھی۔

زایان، ماہی کے عین سامنے کھڑا تھا۔ وہ اسے اب کھونا نہیں چاہتا تھا۔ "ماہی پلیز! ایک بار میری بات سن لو۔ کیا تم رک نہیں سکتی؟ تم کیوں ہمیشہ چلی جاتی ہو؟ کبھی رک کر میرے دل کا حال بھی جان لو۔" اس کے لہجے میں درد ہی درد تھا۔

"ہمیں دیر ہو رہی ہیں۔ سامنے سے ہٹ جاؤ۔ تمہارے ساتھ جو ہو رہا ہے تم اسی کے حقدار ہو۔" اتنا سنگدل بھی کیا کوئی ہو سکتا تھا؟

زایان ہٹ گیا تھا۔ وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔ اس کے پاس حق نہیں تھا۔

اور ایک بار پھر ہجر مقدر ہوا۔

ماہی کو گئے دو دن گزر چکے تھے۔ اس کا کسی چیز میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ رات کا پہر تھا۔ نیند اس کی آنکھوں میں دور دور تک نہیں تھی۔ وہ اپنی کیفیت کسی سے کہہ نہیں سکتا تھا۔ مگر لکھ تو سکتا تھا۔

اس نے لکھنے کے لیے ڈائری کھولی، خالی صفحہ تلاش کرتے ہوئے وہ ایک صفحے پر رکا۔ وہ اسکی لکھائی نہیں تھی۔ وہ ماہی کی لکھائی تھی۔ وہ پہچانتا تھا۔

وہاں لکھا تھا۔

"زایان مصطفیٰ کیا تم مجھے معاف کر سکتے ہو؟ میں نے ہمیشہ تم سے اپنی کہی، تمہیں کبھی سنا ہی نہیں۔ اور میں کہنا چاہتی ہوں کہ تمہارے ساتھ جو ہو رہا ہے تم اسی کے حقدار ہو، تم ان کامیابیوں کے حقدار ہو زایان۔" زایان اس کی ائیر پورٹ پر کہی گئی بات کا مطلب اب سمجھا تھا۔

"میں انتظار کر رہی ہوں تمہارا پچھلے آٹھ سالوں سے، کیا تم میرے لیے لاہور آسکتے ہو۔؟

"وہ تو اس کے لیے جہنم کی آگ میں بھی جل سکتا تھا، لاہور تو پھر وہ شہر تھا جہاں وہ ملے تھے۔ جہاں وہ بچھڑے تھے اور وہ لاہور ہی تھا جہاں وہ پھر ملنے جارہے تھے۔ کیا لاہور انہیں پھر ملنے دے گا؟

"امی بابا مجھے آپ دونوں سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"سب خیریت ہے نا بیٹا؟" اس کی ماں کو پریشانی ہونے لگی تھی۔

"ایک تو تمہاری ماں فوراً سے پریشان ہو جاتی ہے۔ تم بتاؤ بیٹا تمہیں کیا بات کرنی ہے؟" اس کے والد نے بہت ہمدردی سے پوچھا تھا۔

"آپ لوگ لاہور جائیں گے میرا رشتہ لے کر۔" لاہور کے نام پر مصطفیٰ احمد کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔

"کوئی لاہور نہیں جا رہا۔ ہمارا کوئی لینا دینا نہیں لاہور سے سنا تم نے۔" وہ ایک دم سے تیش میں آگئے تھے۔

"بابا ہم کب تک چھپ کر رہے گے؟ ہم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا جو ہمیں چھپ کر زندگی گزارنی پڑیں۔ میں آج اس مقام پر ہوں کہ وہ لوگ مجھے ہاتھ لگانے سے پہلے سو بار سوچے گے۔ ہمارے خاندان کی طرف جو میلی آنکھ سے دیکھے گا اس کی آنکھیں نوچ لوں گا میں۔ ہمیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ اپنے باپ کو سمجھا رہا تھا اور مصطفیٰ احمد سمجھنا نہیں چاہ رہے تھے۔

"ہم جائے گے زایان۔ تم فکر مت کرو۔ "اس کی ماں نے اسے یقین دلایا۔

"کیا تم لوگوں کو سمجھ نہیں آرہا۔ زایان تم کیوں بڑھاپے میں ہمیں تنہا کرنا چاہتے ہو۔ "وہ چیخ رہے تھے۔

" آٹھ سال پہلے آپ نے مجھ سے التجا کی تھی بابا اور میں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ میں نے اس وقت اپنی محبت کو آپ کے لیے قربان کیا تھا بابا، اور اب جب زندگی مجھے دوبارہ میری محبت سے ملوا رہی ہے تو آپ کیوں میری التجا نہیں سن رہے بابا۔ "وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کی برداشت ختم ہو چکی تھی۔ وہ تو مرد تھا بھلا وہ کیسے رو سکتا تھا۔ لیکن وہ انسان تھا۔ اس کے سینے میں دل تھا۔ تکلیف اسے بھی ہوتی تھی۔

اس کی ماں اسے گلے لگائے رو رہی تھی اس کا ماتھا چوم رہی تھی۔ وہ بیٹے کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ ان کی اولاد تھی، ان کے جسم کا حصہ تھی۔

مصطفیٰ احمد کا دل ہل گیا تھا۔ان کا بیٹا پانچ سال کے بچے کی طرح ماں سے لپٹ کر رو رہا تھا۔نہ جانے وہ ان آٹھ سالوں میں کتنی تکلیف سے گزرا تھا۔وہ بیٹے کو یوں تڑپتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

ہفتہ گزر چکا تھا۔مگر وہ نہیں آیا تھا۔کیا وہ نہیں آنا چاہتا تھا یا اسے پیغام ملا ہی نہیں تھا۔

آج کل وہ فارغ تھی۔کرنے کو کچھ تھا نہیں سو نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

اس کی جب آنکھ کھلی تو شام ہو رہی تھی وہ کافی دیر سوتی رہی تھی۔اسے نیچے سے ہنسنے کی آوازیں آ رہی تھی۔شاید گھر پر مہمان آئے تھے۔

وہ بستر سے اٹھی۔وہ واش روم کی طرف بڑھ رہی تھی اچانک اسے دوبارہ خیال آیا۔

مہمان آئے تھے یعنی وہ آیا تھا۔

وہ فوراً سے باہر کی طرف لپکی۔ وہ سیڑھیوں سے اتری اور پلر کی اوٹ میں چھپ کر، بیٹھک میں بیٹھے مہمانوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ وہی پر تھا۔ وہ آگیا تھا۔ اسے پیغام مل گیا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ مسکراتے ہوئے وہ اچھا لگتا تھا۔ اس نے اعتراف کیا تھا۔

وہ زایان کی طرف ہی دیکھ رہی تھی کہ زایان کی نظروں کا رخ بھی اس کی جانب ہوا۔ وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے سر پر دوپٹہ نہیں تھا اور زایان اس کا محرم نہیں تھا۔ زایان اسے دیکھ نہیں پایا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ وہ خوش تھی۔ تو غمِ حیات، تاحیات نہیں رہنے والا تھا۔

ان کی منگنی ہو چکی تھی۔ چند ماہ بعد ان کی شادی تھی۔ وہ رخصت ہو کر لندن جانے والی تھی۔ ماہی کو کچھ باتیں کرنی تھی زایان سے جو وہ ابھی تک نہیں کر پائی تھی۔

ملاقات سونی اور حشام کے گھر پر طے ہوئی تھی۔ زایان پہنچ چکا تھا۔ ماہی ابھی تک نہیں آئی تھی۔ حشام اور زایان بہت سالوں بعد یوں فرصت سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

ماہی تقریباً ایک گھنٹے بعد آئی تھی وہ اسے انتظار کروانا چاہتی تھی۔ وہ بھی تیار تھا۔ بھلاوہ اتنے سالوں سے اور کیا کر رہا تھا؟

حشام بیٹھک سے باہر چلا گیا تھا۔ انہیں بات کرنے کے لیے اکیلا چھوڑ دیا گیا تھا۔

آج وہ پھر سے ایک دوسرے کے عین سامنے تھے مگر اب دلوں میں رنج نہیں تھا، آنکھوں میں کرب نہیں تھا۔ بس محبت تھی جو ہر سو پھیلی تھی۔

زایان نے سفید شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ ماہی کا پسندیدہ رنگ۔ وہ ہمیشہ کی طرح اچھا لگ رہا تھا۔ آج اس کا محبوب اس کے سامنے تھا۔ وہ اسے جی بھر کر دیکھ سکتا تھا۔

ماہی نے بھی سفید ہی رنگ کا شفون کا فراک پہن رکھا تھا جس کے چوڑیدار بازو اور چوڑیدار ہی پاجامہ تھا اور سفید رنگ کا حجاب لیے ہوئے تھی۔ بلاشبہ وہ حسین لگ رہی تھی۔

"میری کچھ شرائط ہے، اگر پوری کر پائیں تو ہی شادی کروں گی تم سے۔" وہ اب نخرے دکھا رہی تھی۔ اور زایان اس کے نخرے اٹھانا چاہتا تھا۔

"شادی کے بعد کھانا تم بناؤ گے تو سیکھ لو ابھی سے، برتن اور کپڑے بھی تم ہی دھو گے اور صفائی بھی تم ہی کرو گے اور میں تمہارے پیسوں پر ہی عیاشی کروں گی۔ بولو منظور ہے؟

وہ اسے تنگ کر رہی تھی۔

"قبول ہے۔" جس کے لیے وہ نو سال خوار ہوا تھا کیا اب اس کے نخرے بھی نہ اٹھاتا؟

وہ دونوں اب کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ ماہی اسے اپنی تیاریوں کا بتا رہی تھی۔ وہ اسے ڈریسز کے ڈیزائن دیکھا رہی تھی۔ وہ اسے مختلف حجاب دیکھا رہی تھی جو اسے شادی کے لیے خریدنے تھے۔ اور اسے اپنی آخری شرط بھی یاد آچکی تھی۔

"زایان میری ایک اور شرط ہے۔" اب وہ کچھ سنجیدہ تھی۔

"مجھے تمہاری ہر شرط قبول ہے ماہی۔" وہ تو جان نچھاور کرنے کو تیار بیٹھا تھا۔

"میں شادی کے دن اور شادی کے بعد بھی حجاب کرتی رہوں گی اور میں پوچھ نہیں رہی میں بتا رہی ہوں۔" وہ سنجیدہ تھی۔ وہ جب بھی کسی بھی جگہ مدعو کی جاتی تو وہاں اکثریت اس کے حجاب پر تنقید کرتی تھی۔ مگر اس نے کبھی حجاب کرنا نہیں چھوڑا تھا۔ اس نے اللہ کے لیے

حجاب کرنا شروع کیا تھا تو دنیا والوں کی پرواہ اسے کیوں کرنی تھی؟ جزا و سزا کا مالک تو اللہ ہے پھر دنیا سے کیوں ڈرنا؟

"مجھے قبول ہے ماہی۔ تم میرے لیے خدا کا بہترین تحفہ ہو۔ میں کبھی تمہاری نا قدری نہیں کروں گا۔" وہ اب مسکرا رہا تھا۔ وہ یوں مسکراتے ہوئے بہت حسین لگ رہا تھا۔ ماہی نے اس کی نظر اتاری تھی اور اس کے لیے دعا کی تھی۔

اب ماہی اسے اس خواب کے بارے میں بتا رہی تھی جو زایان نے آٹھ سال پہلے دیکھا تھا۔

"میں نے واقع تمہارے لے دعا کی تھی اور میں نے ہمیشہ تمہارے لیے دعا ہی کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا زایان، کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔ میرا دل بس تم سے جڑا تھا اور وہ مجھے مجبور کرتا تھا کہ میں تمہارے لیے ہمیشہ دعا کرتی رہوں۔" ماہی کو اس شخص سے صرف محبت نہیں تھی، عقیدت بھی تھی۔ زایان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اور کن کن نعمتوں کے لیے اس کا شکر ادا کرے۔ اس کا پروردگار اس پر مہربان تھا۔ اسے سورۃ الضحیٰ کی وہ آیت یاد آئی تھی۔

"تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے، اور یقیناً آخرت تمہارے لیے دنیا سے بہتر ہے، اور تمہارا رب تمہیں ضرور اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔"

آج سے ان کی زندگی کا نیا باب شروع ہوا تھا۔ یہ کہانی کا اختتام نہیں بلکہ ایک نیا آغاز ہے۔

ختم شُد

افسانہ نگار: عائزہ عابد

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842